اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی علمی مجالس کا ایک عمومی جائزہ

محمد اسلام ۞

تعارف

مسلمانانِ ہند نے جنوبی ایشیا میں پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ وطن اس لیے حاصل کیا تھا تا کہ وہ اپنی اجتماعی وانفرادی زندگی میں آزادی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوسکیں۔ دوسرے لفظوں میں قیام پاکستان کا مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے ریاستی ڈھانچے کا اسلامی نظام پر استوار ہونا ضروری تھا، چناں چہ پاکستانی ریاست کے اغراض ومقاصد کے تعین کے لیے ۱۹۴۹ء میں قرار دادِ مقاصد منظور کی گئی جس کی درج ذیل دو دفعات بعد میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی تشکیل کی اساس ثابت ہوئیں: (الف) جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کو جیسا کہ اسلام نے وضاحت کی ہے، عملی جامہ پہنایا جائے گا (ب) قرآن وسنت میں جن اسلامی تعلیمات ومقتضیات کا بیان ہے، مسلمانوں کو ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔[۱]

چوں کہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور تیزی سے ارتقاپذیر معاشرے میں مذکورہ بالا مقاصد کو عملی جامہ پہنانا کوئی آسان کام نہ تھا، اس لیے دورِ حاضر میں قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کی وضاحت کے لیے ایک تحقیقی ادارے کا قیام ناگزیر تھا۔ اسی غرض سے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان نے تعلیمات اسلامی بورڈ تشکیل دیا تھا، تاہم اس بورڈ کی رپورٹ شائع ہوسکی اور نہ ہی اس کی مرتب کردہ سفارشات پر عمل ہوسکا۔ فروری ۱۹۵۴ء میں اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی زیرِ صدارت پشاور میں ایک اجلاس میں یہ طے پایا کہ وزارت تعلیمات کے زیرِ اہتمام مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نام سے ایک آزاد اور خود مختار ادارہ قائم کیا جائے۔ تاہم اس فیصلے پر بھی فوری طور پر عمل درآمد نہ ہوسکا، لیکن اکتوبر ۱۹۵۴ء میں

۞ لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد (muhammad.islam@iiu.edu.pk)

۱ – محمد خالد مسعود، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اغراض ومقاصد: تاریخی وتحلیلی جائزہ"، فکر و نظر، اسلام آباد، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۶۲۔

مولاناعبدالعزیز میمن (سابق پروفیسر عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، انڈیا) کا ادارے کے پہلے منصرم کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ مولانا میمن نے اسلامی علوم وماخذ کے بارے میں اپنی وسیع معلومات اور تجربے کی مدد سے ادارے کے کُتب خانے کے لیے بیش قیمت اور نایاب کتابوں کا حصول ممکن بنایا اوراس مقصد کے لیے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا اور کتب خانوں کی خاک چھانی۔[۲] بالآخر ۱۰ مارچ ۱۹۶۰ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو اس کا بااختیار اور ہمہ وقتی ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ نیز بتدریج ادارے میں دیگر محققین کا تقرر بھی عمل میں آیا، جن میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ڈاکٹر اسماعیل راجی الفاروقی بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔[۳]

کسی بھی ادارے خصوصاً تعلیمی اداروں کی تاریخ محفوظ رکھنے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، کیوں کہ تاریخ ہی کے ذریعے بعد کے ادوار میں کسی ادارے کی کارکردگی کو جانچا اوراس کے علمی مقام و مرتبہ کا تعیّن کیا جاسکتا ہے۔ نیز کسی ادارے کی تاریخ نہ صرف اس کے روشن کارناموں اوراہم کامیابیوں کو اجاگر کرتی ہے، بلکہ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی اوراس کی ناکامیوں کے اسباب کا تعیّن کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔

اسی مقصد کے پیش نظر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے تحقیقی مجلّے فکر و نظر نے مئی ۱۹۷۶ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا "یوم تاسیس نمبر" شائع کیا، جس میں متعدد اہلِ علم خصوصاً ادارے سے وابستہ محققین نے ادارے کے مختلف پہلوؤں اوراس کی علمی سرگرمیوں اور تحقیقی خدمات پر مقالات لکھے۔[۴] اسی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے ۲۰۱۷ء میں بھی فکر و نظر کی ادارت نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی پر ایک خصوصی شمارہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

۲۔ بزمی انصاری، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی: ایک اجمالی تعارف"، **فکر و نظر**، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۴۴-۹۴۵۔

۳۔ نفس مصدر، ۹۴۶۔

۴۔ دیکھیے: نفسِ مصدر، ۹۴۳-۹۵۴؛ مظہر الدین صدیقی، " پاکستان کی نظریاتی اساس اورادارہ تحقیقاتِ اسلامی"، **فکر و نظر** ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۵۵-۹۶۱؛ خالد مسعود، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اغراض ومقاصد"، ۹۶۲-۹۷۶؛ احمد حسن "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی مطبوعات: مقاصد کی روشنی میں ایک جائزہ"، **فکر و نظر**، ۱۳ :۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۷۷-۹۹۳؛ ضیاء الدین احمد، "غیر مطبوعہ اور زیر طبع مسودات"، **فکر و نظر**، ۱۳ :۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۹۴-۱۰۰۸؛ جی۔اے۔ حق محمد، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مجلّات"، **فکر و نظر**، ۱۳ :۱۱ (۱۹۷۶)۱۰۰۹-۱۰۱۵؛ احمد خان، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا کتب خانہ"، **فکر و نظر**، ۱۳ :۱۱ (۱۹۷۶)، ۱۰۱۶-۱۰۲۳؛ عبدالقدوس ہاشمی، "کتب خانے کے علمی نوادر"، **فکر و نظر**، ۱۳ :۱۱ (۱۹۷۶)، ۱۰۲۴-۱۰۳۳۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں گوناگوں قسم کی ہیں۔ ادارہ جہاں مختلف زبانوں میں اسلامی موضوعات پر علمی کتابیں اور تحقیقی جرائد شائع کرتا ہے وہیں مسلم معاشرے کے سلگتے مسائل پر علمی محاضرات اور بحث ومباحثہ اور سنجیدہ علمی موضوعات پر قومی وبین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمی نارز کا انعقاد بھی کراتا ہے۔ مسلم معاشرے کے مختلف مکتبہ ہائے فکر کے درمیان فکری ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے کانفرنسوں، سیمی نارز اور ورکشاپس کا انعقاد ادارہ تحقیقات اسلامی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔[۵] زیرِ نظر مقالے میں کانفرنسوں، سیمی نارز، علمی محاضرات اور بحث ومباحثہ کی صورت میں ادارے کی علمی سرگرمیوں کا جائزہ لیاجائے گا، نیز وقت اور صفحات کی تحدید کے پیش نظر اس جائزے کو اکیسویں صدی کی سرگرمیوں تک محدود رکھاجائے گا۔

کانفرنسیں اور سیمی نارز

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ایک اہم علمی سرگرمی سنجیدہ علمی موضوعات پر قومی وبین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمی نارز کا انعقاد کرانا ہے۔ ادارے نے بیسویں اور اکیسویں صدی میں متعدد کانفرسوں اور سیمی نارز کا انعقاد کیا ہے۔ ذیل میں اکیسویں صدی میں ادارے کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور سیمی ناروں کا جائزہ لیاجائے گا۔

بیسویں صدی کے آخری دن برصغیر کے معروف مسلم مفکر اور داعی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس دنیا سے رحلت فرماگئے۔ ان کی وفات کے کچھ ہی دن بعد ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ان کی یاد میں ۲۱ فروری ۲۰۰۰ء کو دو روزہ سیمی نار کا اہتمام کیا، جس میں اردو اور عربی کی الگ الگ نشستیں ہوئیں اور اہل علم نے مولانا علی میاں کی حیات وافکار پر علمی مقالات پیش کیے۔ سیمی نار کے اختتام پر پیش کردہ مقالات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی سفارش کی گئی۔ تاہم مقالات کی تدوین وترتیب میں قدرے تاخیر کے باعث بعض مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات مختلف جرائد میں اشاعت کے لیے دے دیے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے خود مولانا مرحوم اور بعض دیگر حضرات کی تحریریں بھی اس سیمی نار میں پیش کردہ مقالات کے ساتھ شامل کرلی گئیں۔[۶]

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے مارچ ۲۰۰۰ء میں اسلامی ترقیاتی بینک، جدہ کے ادارہ برائے اسلامی تحقیق و تربیت، اسلامی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت (ISESCO) اور بین الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی کے

5- "International Islamic University Ordinance – 1985 (Ordinance No. XXX of 1985)" *Islamic Studies* 24, no. 2 (1985): 305.

۶- سفیر اختر، مرتب و مدون، **مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۲۰۰۲ء)، ۱۱-۱۲۔

اشتراک سے "اسلامی معاشیات کی نظری بنیادیں" (Theoretical Foundations of Islamic Economics) کے عنوان سے ایک بین الاقوامی سیمی نار کا انعقاد کیا۔(۷) اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔(۸)

۶ تا ۹ نومبر ۲۰۰۰ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے مرکز برائے الٰہیات و علوم طبیعیہ، امریکہ (Center for Theology and the Natural Sciences, Berkeley, California, USA) اور بین الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی کے اشتراک سے "خدا، زندگی اور کائنات: خدا پرستانہ نقطہ ہائے نظر" (God, Life and Cosmos: Theistic Perspectives) کے عنوان سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا، جس میں دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے بیس سے زائد سائنس دانوں اور اہل علم نے اپنے مقالات پیش کیے اور بحث میں حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات میں سے منتخب مقالات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔(۹) ادارہ تحقیقات اسلامی نے اس سے پہلے بین الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی اور جان ٹمپلیٹن فاؤنڈیشن، امریکہ (John Templeton Foundation, USA) کے اشتراک سے گذشتہ صدی کے اواخر میں ۱۵ نومبر تا ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو "اسلام اور سائنس: زندگی اور کائنات کے بارے میں سائنسی اور مذہبی نقطہ ہائے نظر" (Islam and Science: Religious and Scientific Perspectives on Life and Cosmos) کے عنوان سے ایک اعلیٰ سطحی سیمی نار کا انعقاد بھی کیا تھا۔(۱۰)

معروف مسلم مفکر، دانش ور اور اسلامی تاریخ، فقہ اسلامی، سیرت اور دیگر علوم اسلامیہ پر گہری نظر کے مالک پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے دسمبر ۲۰۰۲ء میں انتقال کے بعد ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۱ جنوری ۲۰۰۳ء کو ان کی سیرت و کردار، دعوت و خدمت دین اور چھ دہائیوں پر محیط علمی، تحقیقی اور تصنیفی کارناموں کا جائزہ لینے کے لیے ایک یادگاری اجلاس کا اہتمام کیا، جس میں چیئرمین ہائرایجوکیشن کمیشن

7- Mohammad Sharif and Ather Zaidi, "Theoretical Foundations of Islamic Economics, March 15-17, 2000," *Islamic Studies* 40, no. 1 (2001): 179-85.

8- Habib Ahmed, ed., *Theoretical Foundations of Islamic Economics* (Jeddah: Islamic Research and Training Institute, Islamic Development Bank, 2002).

9- Ted Peter, Muzaffar Iqbal, Syed Nomanul Haq, eds., *God, Life, and the Cosmos: Christian and Islamic Persectives* (Aldershot: Ashgate, 2002); Elma Ruth Harder, "God, Life and Cosmos: Theistic Perspectives, International Conference, November 6-9, 2000, Islamabad, Pakistan," *Islamic Studies* 39, no. 4, (2000): 693-707.

10- Syed Abu Ahmad Akif, "Islam and Science: Religious & Scientific Perspectives on Life and Cosmos; A Report on the Advanced Seminar held in Islamabad, November 15-21, 1999," *Islamic Studies* 39, no. 2 (2000): 329-32.

پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ریکٹر جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن، صدرِ جامعہ ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف الشافعی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے علاوہ دیگر اہلِ علم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی و تحقیقی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے خصوصی تعلق تھا۔ ادارے نے ان کی متعدد کتابیں شائع کی ہیں اور ادارے کا علمی کُتب خانہ بھی انھیں کے نام سے موسوم ہے۔ (۱۱)

۲۱ اور ۲۲ اپریل ۲۰۰۳ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "برصغیر میں مطالعۂ حدیث" کے عنوان سے دوروزہ قومی سیمی نار کا انعقاد کیا۔ یہ سیمی نار ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے زیر اہتمام ۲۸ اپریل تا یکم مئی ۱۹۹۷ء کو بعنوان "برصغیر میں مطالعۂ قرآن" منعقد ہونے والے چارروزہ سیمی نار کے سلسلے کی اگلی کڑی تھی۔ اس سیمی نار کے افتتاحی اجلاس کی صدارت بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے صدر ڈاکٹر حسن الشافعی نے کی، جب کہ مہمان خصوصی صدر نشین ایوان بالا، اسلامی جمہوریہ پاکستان، عزت مآب محمد میاں سومرو تھے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے خطبہ استقبالیہ میں سیمی نار کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کا ایک اہم مقصد برصغیر میں مطالعۂ حدیث کی تاریخ کا توضیحی و تنقیدی جائزہ لینا ہے۔ افتتاحی واختتامی اجلاسوں کے علاوہ اس سیمی نار کی چھ علمی نشستیں ہوئیں، جن میں درج ذیل چار عمومی موضوعات میں سے ہر موضوع کے تحت متعدد تحقیقی مقالات پڑھے گئے: (ا) برصغیر میں خدمت حدیث (ب) تذکرہ محدثین برصغیر (ج) تذکرہ کتب حدیث (د) حجیتِ حدیث و تدریس حدیث۔ شرکائے سیمی نار کی تجاویز کی روشنی میں ڈاکٹر سفیر اختر نے سفارشات مرتب اور پیش کیں، جو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے "اخبار تحقیق" میں شائع ہوئیں۔ (۱۲) اس سیمی نار کے منتخب مقالات ادارے کے تحقیقی رسالے فکر و نظر کے خصوصی شمارے کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔ (۱۳)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۰۰۴ء میں "امریکہ میں مذہبی تعلیم" کے عنوان سے ایک گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں میکڈونلڈ سنٹر فار سٹڈی آف اسلام اینڈ کرسچین مسلم ریلیشنز، ہارٹ فورڈ سیمینری، امریکہ کے ایک وفد نے ڈاکٹر ابراہیم ابوربیع کی قیادت میں شرکت کی۔ مہمان وفد کے رکن پروفیسر آئیاں مارکھم نے امریکہ

---

۱۱ – **اخبارِ تحقیق** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی) ش۶، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۳ء، ۱۔

۱۲ – نفس مصدر، ش۸، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ۱، ۶-۷۔

۱۳ – دیکھیے: **فکر و نظر**، ۴۲-۴۳: ۴-۱، (۲۰۰۵ء)۔

میں مذہبی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ امریکہ میں تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلبا و طالبات کے لیے تعلیمی وذہنی ترقی کے برابر مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ البتہ نجی تعلیمی شعبے میں عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں وغیرہ کے تعلیمی ادارے موجود ہیں جو اپنی اپنی مذہبی روایات کے مطابق تعلیم دیتے ہیں۔ پروفیسر مارکھم کی رائے میں دوسرے مذہب کی تعلیم اسی طرح دی جانی چاہیے جس طرح اس مذہب کے پیروکار دینا پسند کرتے ہیں، تاہم اس کے ساتھ ساتھ استاد کو اپنی مذہبی روایت کے سیاق میں اپنی رائے اور توجیہ پیش کرنے کی آزادی بھی حاصل ہونی چاہیے۔ پروفیسر مارکھم کے بعد ڈاکٹر میزوسکی اور جناب نرمل سنگھ نے بالترتیب امریکہ میں یہودیت اور سکھ مذہب کے تعلیمی اداروں کے حالات اور مسائل پر گفت گو کی۔ وفد کے جن دیگر ارکان نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں ڈاکٹر ابراہیم ابوربیع، رالف آلبرائٹ اور کولین کیسنر شامل تھے۔(۱۴)

فقہ اسلامی کی تاریخ میں بیسویں صدی عیسوی اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی آخری دو تین دہائیوں میں نئے مسائل پر غوروفکر اوران کے شرعی حل دریافت کرنے کی ایک منظم اوراجتماعی تحریک کا آغاز ہوا، جسے اجتماعی اورادارتی اجتہاد کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے گذشتہ تیس چالیس برسوں کے دوران اجتماعی اجتہاد کی تحریک کے اہم خدوخال، امتیازی خصوصیات، کردار اوراثرات کا جائزہ لینے کے لیے ”اجتماعی اجتہاد: تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں“ کے عنوان سے ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۲۰۰۵ء کو ایک سہ روزہ سیمی نار کا انعقاد کیا، جس میں پاکستان کے معروف اہل علم ودانش کے علاوہ عالم اسلام کے ممتاز فقیہ ومفسر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی جو اس وقت جامعہ دمشق، شام سے وابستہ تھے اور بھارت سے چار اہل علم مولانا جلال الدین عمری، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی فہیم اختر ندوی اور ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی شریک ہوئے۔ پاکستانی شرکاء میں ڈاکٹر خالد مسعود، جناب جاوید احمد غامدی، مولانا زاہد الراشدی، ڈاکٹر شبیر احمد جامعی اور پاکستانی جامعات اور مدارس دینیہ سے تعلق رکھنے والے ۲۲ دیگر اہل علم نے مقالات پیش کیے۔

یہ سیمی نار افتتاحی واختتامی نشستوں کے علاوہ چھ علمی نشستوں اور چار توسیعی خطبات پر مشتمل تھا۔ توسیعی خطبات جناب جاوید احمد غامدی، مولانا جلال الدین عمری، مولانا زاہد الراشدی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے دیے۔ نیز چھ علمی نشستوں میں درج ذیل عمومی موضوعات میں سے ہر ایک پر متعدد مقالات پیش کیے گئے: (الف) اجتماعی اجتہاد، تصور، ارتقاء، شرعی حیثیت اور اصول وضوابط (ب) اجتماعی اجتہاد کے ادارے (ج) غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کے مسائل (اجتماعی اجتہادی کاوشوں کا جائزہ) (د) اجتماعی اجتہاد اوراہم عصری مسائل۔

۱۴۔ **اخبار تحقیق**، ش ۱۱، اپریل تا جون، ۲۰۰۴ء، ۶، ۸۔

سیمی نار کے اختتام پر پیش کردہ مقالات اور تجاویز کی روشنی میں ایک اعلامیہ جاری کیا گیا۔[۱۵] سیمی نار کے منتخب مقالات کو ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزار کر کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔[۱۶]

جب سے مسلمانوں نے جنوبی ایشیا میں اپنی حکومت قائم کی، اس خطے میں اسلامی قانونی فکر بھی ارتقا پذیر ہونے لگی۔ فقہاے کرام نے نہ صرف مدارس اور محکمہ قضا و احتساب کے ذریعے بلکہ ذاتی طور پر فقہ، اصول فقہ اور فتاوٰی کی کتابیں تحریر کرکے اسلامی قانونی فکر کے ارتقا میں اہم کردار کیا۔ چناں چہ اس فکری ارتقا کا جائزہ لینے کے لیے "جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے یکم تا ۳ اگست ۲۰۰۹ء کو ایک سہ روزہ سیمی نار کے انعقاد کا اہتمام کیا، جس میں برصغیر کے ممتاز اہل علم نے شرکت کی اور اسلامی قانونی فکر اور اداروں سے متعلق اہم موضوعات پر مقالے پیش کیے۔ سیمی نار کی افتتاحی و اختتامی تقریب کے علاوہ معمول کی آٹھ نشستوں میں مختلف موضوعات پر متعدد مقالات پڑھے گئے۔ افتتاحی اجلاس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم زمان، پرنسٹن یونی ورسٹی، امریکہ نے "جدید جنوبی ایشیا میں اجتہاد کے ارتقاء پذیر تصورات" کے عنوان سے کلیدی خطبہ دیا، جس میں انھوں نے مصری عالم رشید رضا کے دورۂ دارالعلوم دیوبند اور اس دوران مولانا انور شاہ کشمیری کے ساتھ اجتہاد و تقلید کے موضوع پر بحث کا تذکرہ کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی کی اجتہادی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے قانونِ فسخ نکاح پر گفت گو کی۔[۱۷] پروفیسر زمان کا یہ تحقیقی مقالہ بعد ازاں ادارے کے انگریزی تحقیقی رسالے اسلامک اسٹڈیز میں شائع ہوا۔[۱۸] اسی اجلاس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی، سابق صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے "برصغیر میں مطالعہ فقہ: ماضی، حال اور مستقبل" کے عنوان سے ایک توسیعی خطبہ دیا۔ دیگر اہم نکات کے علاوہ ڈاکٹر غازی نے فقہ و قانون اسلامی کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کے نزدیک عالم گیریت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے امت مسلمہ کو ایک عالم گیر فقہ (cosmopolitan *fiqh*) کی ضرورت ہے، جو پوری امت مسلمہ کے حالات کو سامنے رکھ کر مدون کی گئی ہو۔

۱۵- نفسِ مصدر، ش ۱۴، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۵ء، ۱، ۶۔

۱۶- دیکھیے: محمد طاہر منصوری، مرتب و مدون، **اجتماعی اجتہاد: تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۷ء)۔

۱۷- دیکھیے: سعدیہ تبسم، "جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کا ایک اہم سیمینار (روداد)"، **فکر و نظر**، ۴۷: ۲ (۲۰۰۹ء)، ۱۲۵-۱۳۰۔

18– Muhammad Qasim Zaman, "Evolving Conceptions of *Ijtihād* in Modern South Asia," *Islamic Studies* 49, no.1 (2010): 5-36.

اس سیمی نار کی دیگر نشستوں میں درج ذیل عمومی موضوعات میں سے ہر ایک کے تحت متعدد تحقیقی مقالات پیش کیے گئے: (الف) جنوبی ایشیا کا فقہی ورثہ (ب) فقہی شخصیات اور ادارے (ج) جنوبی ایشیا میں اسلامی قانون کا نفاذ (د) جنوبی ایشیا کے فقہی مخطوطات (ط) کتابیات۔[۱۹]

اس سیمی نار میں پیش کردہ مقالات عن قریب کتابی شکل میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے والے ہیں، البتہ چند ایک منتخب مقالات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اردو تحقیقی مجلے *فکر و نظر* میں شائع ہو چکے ہیں۔[۲۰] سیمی نار کے اختتام پر مقالات کی روشنی میں سفارشات اور تجاویز بھی منظور کی گئیں۔[۲۱]

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے کلیۂ زبان وادب، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے اشتراک سے ۲۴جون ۲۰۱۰ء کو "گیارہ ستمبر کے واقعے پر ادبی وثقافتی رد عمل" کے عنوان سے ایک سیمی نار کا انعقاد کیا، جس میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان اور شعبہ اردو کی اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر نجیبہ عارف نے بالترتیب "الفاظ کی جنگ: گیارہ ستمبر کے بعد امریکی ذرائع ابلاغ اور معروف بیانیہ" (War of Words: American Media and Popular Narratives Since September 11) اور "گیارہ ستمبر اور اردو ادب: تصورات اور فریب" (9/11 and Urdu Literature: Images and Illusion) کے عنوان سے دو مقالات پیش کیے۔

ڈاکٹر اعوان نے اپنے مقالے میں بتایا کہ گیارہ ستمبر کے سانحہ کے بعد مغربی میڈیا نے اسے بنیاد بنا کر مغربی استعمار کو مسلم دنیا کے خلاف جنگ کا جواز فراہم کیا، استعماری طاقتوں کے پروپیگنڈہ کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں کو ہوا دی۔ نیز ڈاکٹر اعوان نے گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد مغرب میں تیار ہونے والی فیچر اور دستاویزی فلموں اور شائع ہونے والے فکشن کے حوالے دے کر ثابت کیا کہ گیارہ ستمبر یا اس سے متعلق واقعات کو پیش کرنے میں امریکی میڈیا کا کردار متعصبانہ اور جارحانہ رہا ہے۔[۲۲] ڈاکٹر اعوان نے اسی موضوع سے متعلق ایک مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحقیقی مجلے اسلامک اسٹڈیز کے لیے بھی لکھا ہے۔[۲۳]

۱۹– **اخبار تحقیق**، ش ۲۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء، ا، ٦۔

۲۰– **فکر و نظر**، ۵۰:۴ (۲۰۱۳ء)، ۵۱: ا، ۲ (۲۰۱۳ء)۔

۲۱– **اخبار تحقیق**، ش۲۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء، ٦۔

۲۲– نفسِ مصدر، ش ۳۱، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۰ء، ۸۔

23– Muhammad Safeer Awan, "Global Terror and the Rise of Xenophobia/Islamophobia: An Analysis of American Cultural Production since September 11," *Islamic Studies* 49, no. 4 (2010): 521-37.

ڈاکٹر نجیبہ عارف نے اپنے مقالے میں پاکستان اوراردو ادب پر گیارہ ستمبر کے واقعے کے اثرات کا تقابلی جائزہ لیا۔ ان کی رائے میں گیارہ ستمبر کے واقعے نے پاکستانی ادب خصوصاً شاعری اورافسانہ نویسی میں حقائق ومفروضات کی ایک نئی تعبیر کا رجحان پیدا کیاہے۔ شاعری میں اس واقعے کے اثرات کو کفر و اسلام کے درمیان جنگ کا روپ دے کر امریکہ کو ابرہہ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس خطے میں امریکی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ افسانہ نویسی میں امریکی مسلمانوں کے عدم تحفّظ، فوجی حکومتوں کی آمریت، معاشی ناہمواری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مایوسی اورانتہاپسندانہ جذبات اور سیاسی عدم استحکام وغیرہ پر متعدد افسانے لکھے گئے جو پاکستانی قوم کے ردِّ عمل کی مختلف جہتوں اور پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں۔[۲۴] ڈاکٹر نجیبہ عارف کا اس موضوع سے متعلق ایک مقالہ اردو ادب کے ایک تحقیقی مجلے میں بھی شائع ہوا ہے۔[۲۵]

نبی کریم ﷺ کی سیرت نگاری کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو گیا تھا۔ یہ کام تمام ادوار میں ہوتا رہا اورآج تک جاری ہے۔ گذشتہ تین صدیوں میں بھی تحقیق کے میدان میں کافی پیش رفت ہوئی اوراس کے نتیجے میں علم سیرت میں بڑی وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی۔ مختلف زبانوں میں کتب سیرت شائع ہوتی رہتی ہیں جس سے بحیثیت مجموعی سیرتی ادب کی ثروت میں بہت اضافہ ہو چکا ہے۔ دورِ جدید میں سیرت نگاری کے جو رجحانات سامنے آئے ہیں ان کا جائزہ لینے کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ایک دوسرے ادارے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق ومکالمہ اور ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے ۲۶ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ء کو "دورِ جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات" کے عنوان سے ایک سہ روزہ بین الاقوامی سیمی نار کا انعقاد کیا۔ اس سیمی نار کی متعدد متوازی اور عمومی نشستوں میں عربی، انگریزی اوراردو زبانوں میں ۸۰ تحقیقی مقالات پیش کیے گئے۔ اگرچہ توجہ گذشتہ تین صدیوں کی عربی، انگریزی اور اردو سیرت نگاری پر مرکوز رہی، لیکن بعض مقامی اوردوسری بڑی زبانوں میں شائع ہونے والی سیرت کی اہم کتابوں کا تذکرہ بھی ہوا اوراس طرح دورِ جدید میں سیرت نگاری کی مکمل تصویر بڑی حد تک اجاگر ہو گئی۔ سیمی نار میں مقالات پیش کرنے اور علمی مباحث میں شرکت کرنے والے ارباب علم کا تعلق پاکستان کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا، مصر، اردن، سعودی عرب، فلسطین، ترکی، برطانیہ، جرمنی، امریکہ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ سے تھا۔[۲۶]

۲۴۔ **اخبار تحقیق**، ش ۳۱، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۰ء، ۸۔

25. Najeeba Arif, "9/11 and Urdu Literature: A Sociopolitical Study of Urdu Fiction and Poetry in Pakistan," *The Annual of Urdu Studies* 26 (2011): 87-96.

۲۶۔ تفصیلی روداد کے لیے دیکھیے: **اخبار تحقیق**، ش ۳۴، اپریل تا جون، ۲۰۱۱ء، ۱، ۴، ۶، ۷؛
Sadia Tabassum, "Report on Seminar: 'Modern Trends in Sīrah Writing' (26-28 March, 2011)," *Islamic Studies* 50, no. 2 (2011): 245-68.

سیمی نار میں پیش کردہ انگریزی اور اردو مقالات میں سے منتخب مقالات بالترتیب ادارے کے انگریزی اوراردو مجلّات اسلامک اسٹڈیز[۲۷] اور فکر و نظر[۲۸] میں شائع ہوئے۔ نیز اردو کے باون مقالات میں سے ستائیس مقالات ترتیب وتدوین کے بعد کتابی شکل میں بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔[۲۹]

۱۰ مارچ ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے اپنے باونویں یوم تاسیس کی مناسبت سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا، جس میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد نے "پاکستان کے اسلامی تحقیقی اداروں کا کام: اثرات، جائزہ اور تجاویز" کے عنوان سے کلیدی مقالہ پیش کیا۔ اس موقع پر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے ریکٹر پروفیسر فتح محمد ملک، ادارے کے سربراہ ڈاکٹر محمد خالد مسعود، ادارے کے سابقہ سربراہان ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری اور ڈاکٹر شیر محمد زمان نے بھی خطاب کیا۔ نیز ادارے کے مختلف تحقیقی شعبہ جات کے سربراہان ڈاکٹر محمد الغزالی، ڈاکٹر سہیل حسن اور ڈاکٹر عصمت اللہ نے بھی ادارے کی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔[۳۰]

قرآن کریم کا ترجمہ ہمیشہ ایک دشوار کام سمجھا گیا ہے، کیوں کہ قرآن کریم منفرد نوعیت کی ایسی لسانی اوراسلوبی خصوصیات کا حامل ہے جو سیاق اور ماورائے سیاق ملاحظات اور غور وفکر کی متقاضی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے ترجمے کا کام بہت سے کلامی، لسانی اور فقہی سوالات اٹھاتا ہے، جن کا جواب علوم قرآن اور جدید لسانیاتی نظریات کی روشنی میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ برصغیر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں قرآن کریم کا ترجمہ بہت ابتدائی دور میں کیا گیا ہے اور متعدد زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ اسی لیے برصغیر میں ترجمہ قرآن سے متعلق مشکلات اور مسائل پر غور وفکر کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے کلیۃ اللغۃ العربیہ کے شعبہ ترجمہ وترجمانی اور کلیۃ اصول الدین کے شعبہ علوم القرآن نے ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے "برصغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات" کے عنوان سے ۲۹ تا ۳۰ اپریل ۲۰۱۳ء کو دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔

اس دوروزہ کانفرنس میں پاکستان، بھارت، افغانستان، عرب ممالک اور مغربی ممالک کے اہلِ علم نے اردو، عربی اورانگریزی زبان میں تقریباً چالیس تحقیقی مقالات پیش کیے۔ یہ مقالات درج ذیل عمومی موضوعات کے

27– See *Islamic Studies* 50, no. 2 (2011).

۲۸– **فکر و نظر**، ۴۹: ۲، ۳ (۲۰۱۲ء)۔

۲۹– مبشر حسین اور عبدالکریم عثمان، مرتب ومدون، **دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات: مقالات سیرت سیمینار (منعقدہ ۲۶ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ء)** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۵ء)۔

30– www.iiu.edu.pk/?page_id=9871.

تحت پیش کیے گئے: (الف) ترجمہ قرآن کے نظریاتی اور فکری پہلو (ب) قرآنی اسلوب اوراس کے حوالے سے ترجمہ قرآن کی تحدیات (ج) مختلف تراجم قرآن اور مترجمین قرآن کا تقابلی مطالعہ (د) مترجم الیہ زبانوں کے لحاظ سے ترجمہ قرآن کے مسائل (ہ) ترجمہ قرآن سے متعلق نقطہ ہائے نظر۔ (۳۱)

کانفرنس کے آخر میں پیش کردہ مقالات کی روشنی میں سفارشات بھی پیش کی گئیں۔ اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات تاحال ادارے کے کسی رسالے میں یا کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔

"برصغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات" پر کانفرنس کے بعد ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ اور ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون و اشتراک سے "پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال" کے عنوان سے ۱۱ تا ۱۳ نومبر ۲۰۱۳ کو ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں افتتاحی واختتامی تقریب کے علاوہ آٹھ عمومی نشستیں ہوئیں۔ ان نشستوں میں درج ذیل عمومی عناوین میں سے ہر ایک پر متعدد مقالات پیش کیے گئے: (۱) پاکستان میں قرآن فہمی کے سلسلے میں اداروں کی خدمات (۲) مناہج و طرق / ذرائع ابلاغ (۳) فہم قرآن کی مشکلات، رکاوٹیں اور حل (۴) دورہ ہائے قرآنی، دورہ ہائے تفسیر اور تخصصات قرآنی (۵) پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال: تجاویز اور جائزے (۶) خواتین میں فہم قرآن کا فروغ (۷) عصری اداروں میں قرآنی نصاب اور مراحل تعلیم (۸) دینی مدارس میں قرآنی نصاب اور مراحل تعلیم۔

اس سہ روزہ کانفرنس میں مجموعی طور پر چالیس مقالات پڑھے گئے اور کانفرنس کے اختتام پر سفارشات بھی پیش کی گئیں۔ (۳۲) تاہم یہ مقالات ابھی تک ادارے کے کسی رسالے یا کتابی شکل میں شائع نہیں ہوسکے۔

۲۲ اپریل ۲۰۱۵ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ادارے کے یومِ تاسیس کی مناسبت سے "اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا کردار" کے عنوان سے ایک قومی سیمی نار کا اہتمام کیا، جس میں سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق، قائد ایوان بالا، پاکستان، سردار محمد یوسف، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور و مذہبی ہم آہنگی، پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، ریکٹر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر احمد بن یوسف الدریویش، صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے سابقہ سربراہان اور محققین نے شرکت کی۔ مہمانان خصوصی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے کردار اور علمی سرگرمیوں کی تعریف و تحسین کی۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "اعتدال پسندانہ

۳۱- **اخبار تحقیق**، خصوصی شمارہ ۲۰۱۳، ۱۔

32- www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/conferences/Quran_conf/Program_Details.pdf.

اسلامی ثقافت کے فروغ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا کردار" کے موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ بھی پیش کیا۔ پروگرام کے آخر میں مہمانانِ خصوصی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے سابقہ صدور اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے سابقہ سربراہان و محققین کو یادگاری تحائف پیش کیے گئے۔ پروگرام کے بعد مہمانانِ خصوصی نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی باتصویر تاریخی گیلری اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مرمت واضافہ شدہ چھاپہ خانے کا افتتاح بھی کیا۔[۳۳]

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۴ فروری ۲۰۱۶ء کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد کے عالمی ادارہ برائے اسلامی معاشیات (IIIE) کے اشتراک سے "پاکستان میں اسلامی بینکاری اور مالیات: امکانات اور تحدیات" (Islamic Banking and Finance in Pakistan: Prospects and Challenges) کے عنوان سے ایک قومی سیمی نار کا انعقاد کیا، جس سے عزت مآب ممنون حسین، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، سعید احمد، ڈپٹی گورنر جنرل، اسٹیٹ بینک آف پاکستان، مفتی محمد رفیع عثمانی، صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، جاوید اظہر، سینئر وائس پریذیڈنٹ، اسلامک بینکنگ اینڈ فنانس، زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ، اسلام آباد، پروفیسر احمد بن یوسف الدریویش، صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر اعتزاز احمد، ڈائریکٹر عالمی ادارہ برائے اسلامی معاشیات، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے خطاب کیا، مقالات پڑھے اور پاکستان میں سود سے پاک معاشی نظام کے امکانات، کوششوں اور مسائل کا جائزہ لیا۔[۳۴]

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور شعبہ اسلامیات، بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان کے اشتراک سے "دستوری نظام اور اسلامی نقطۂ نظر سے ریاستی اداروں کی تشکیل نو"[۳۵] کے عنوان سے ۱۶ تا ۱۷ مارچ ۲۰۱۷ء کو بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان میں دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

کانفرنس کے اہداف میں اسلامی فکر میں دستوری نظام (constitutionalism) کے تصور کا مطالعہ کرنا، میثاقِ مدینہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلم ریاستوں میں دستوری نظام کی تاریخ کا مطالعہ کرنا، جدید قومی ریاستوں

33– http://www.iiu.edu.pk/?page_id=17702.

34– "Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017), as Approved by IRI Council in Its Eleventh Meeting Held on October 27, 2017," unpublished document, 15-17; iri.iiu.edu.pk/index.php/2016/04/19/1931.

35– "Constitutionalism and Reconstruction of State Institutions in an Islamic Perspective."

کے ساتھ اسلامی دستور کی ہم آہنگی اور مطابقت کا تجزیہ کرنا، اور دستور سازی کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ریاستی اداروں کی تشکیل نو کے سلسلے میں رہ نمائی فراہم کرنا شامل تھا۔ اس کانفرنس میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، اردن، مصر، ترکی، برطانیہ اور بھارت سے مندوبین نے شرکت کی اوراردو، عربی اورانگریزی زبان میں چھپن مقالات پیش کیے۔(۳۶) ان مقالات میں سے کچھ منتخب مقالات بہاؤ الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان کے **پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ** کے خصوصی شمارے (دسمبر ۲۰۱۷ء) میں شائع ہو چکے ہیں جب کہ بعض دیگر مقالات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے انگریزی رسالے اسلامک اسٹڈیز میں اشاعت کے لیے نقد و تبصرہ کے مرحلے سے گزر رہے ہیں۔

۵ مئی ۲۰۱۷ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے پروفیسر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم، سابق ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی زندگی اور علمی کارناموں کی یادگار میں ایک قومی سیمی نار کا انعقاد کیا، جس سے قائد ایوان بالا عزت مآب راجہ ظفر الحق، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اوراسلامی نظریاتی کونسل کے سابق سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود، سینئر صحافی مجیب الرحمٰن شامی، حفیظ اللہ نیازی، اور خورشید احمد ندیم، پروفیسر ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے خطاب کیا اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم کی زندگی کے مختلف گوشوں اوران کی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔(۳۷)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۶ مئی ۲۰۱۷ء کو "میثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیل نو" کے عنوان سے ایک قومی سیمی نار کا انعقاد کیا، جس میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علمائے کرام مثلاً پروفیسر ڈاکٹر مفتی منیب الرحمٰن نعیمی، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد حنیف جالندھری اور مفتی نعیم احمد نے شرکت کی۔ صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پروفیسر احمد بن یوسف الدریویش نے علمائے کرام کو خوش آمدید کہا اور اس بات پر زور دیا کہ آج ہمیں امن، سکون اور ہم آہنگی حاصل کرنے کے لیے میثاقِ مدینہ کی روشنی میں اپنے معاشرے کی تشکیل جدید کرنے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے میثاقِ مدینہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام میں تشدد، انتہاپسندی، تخریب کاری اور فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا پیغام امن، عدل، دوسروں کے احترام اور قانون کی بالادستی پر مشتمل ہے۔

36– "Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017)," 20-23.

37– http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/07/20/dr-marcia-c-hermansen-delivered-a-lecture-on-muslim-theologians-of-non-violence/.

سیمی نار میں شریک علماے کرام نے میثاقِ مدینہ کی روشنی میں مسلم معاشرے کی تشکیل جدید کے بارے میں اپنی آراء کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں مختلف تجاویز پیش کیں۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ قانون کی بالا دستی کے بغیر معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا، نیز انھوں نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ تشدد کی ترغیب دینا، افواجِ پاکستان کے خلاف ہتھیار اٹھانا، کسی کو کافر قرار دے کر اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے عوام کو اکسانا اور بے گناہ شہریوں اور افواجِ پاکستان پر خود کش حملے کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں ناجائز ہے۔ علماے کرام کے اس متفقہ فتویٰ کو پیغامِ پاکستان کا نام دیا گیا، جسے اس سیمی نار کی اختتامی تقریب میں پڑھ کر سنایا گیا۔

سیمی نار کی اختتامی تقریب میں عزت مآب ممنون حسین، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر مختار احمد، چیئرمین ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر احمد بن یوسف الدریویش، صدر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے خطاب کیا۔ مفتی محمد رفیع عثمانی نے سیمی نار میں شریک تمام علماے کرام کے دستخط شدہ فتویٰ کو پڑھ کر سنایا۔ اس فتویٰ نے دہشت گردی اور انتہاپسندی کی مذمت کی، خود کش حملہ آوروں اور ان کے سہولت کاروں کو غدّارِ وطن قرار دیا، جہاد کو صرف ریاست کا حق قرار دیا اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے نام پر جبر کو ناجائز قرار دیا۔

صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں پیغامِ پاکستان کے اس متفقہ اعلامیے کو انتہاپسندی، نفرت اور دہشت گردی کے بیانیے کا جوابی بیانیہ قرار دیا۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ یہ پیغام امن، ہم آہنگی اور دوسروں کے احترام کو فروغ دے گا اور پاکستان اور امت مسلمہ کے بارے میں اقوام عالم کی غلط فہمیوں کو دور کرے گا۔ انھوں نے دہشت گردی اور انتہاپسندی کے بیانیے کا جوابی بیانیہ تیار کرنے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قائدانہ کردار کو سراہا، نیز انھوں نے ”پیغام پاکستان کو قیام پاکستان کے بعد ملکی تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیا“، جس میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علمائے کرام نے دہشت گردی، تشدد اور فرقہ واریت کے خلاف متفقہ فتویٰ جاری کیا۔[۳۸]

چوں کہ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں اس کے تعلیمی اداروں بالخصوص اعلیٰ تعلیمی اداروں کا کردار مخفی نہیں ہے، اس لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ہائر ایجوکیشن کمیشن کے تعاون سے ۲۰ نومبر ۲۰۱۷ء کو

38– http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/08/04/national-seminar-on-reconstruction-of-pakistani-society-in-the-light-of-madina-charter-and-announcement-of-paigham-e-pakistan-message-of-pakistan/.

"تشدد، انتہاپسندی اور دہشت گردی کے جوابی قومی بیانیے کے فروغ میں یونی ورسٹیوں کا کردار" کے عنوان سے ایک قومی سیمی نار کا انعقاد کیا، جس میں ملک بھر کی جامعات کے تقریباً اسی وائس چانسلرز نے شرکت کی اورانتہاپسندی کے خاتمے کے لیے تجاویز اور حل پیش کیے۔ وزیر مواصلات حافظ عبدالکریم، وزیربرائے انسانی حقوق ممتازاحمد تارڑ اور سینیٹر مشاہد حسین سید نے بھی سیمی نار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سیمی نار کے اختتامی اجلاس میں ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں اخلاقیات، سماجی اقدار اوراختلاف کے آداب کو تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کرنے پر زور دیا گیا۔ شرکائے سیمی نار نے اس بات کا اظہار کیاکہ فرقہ وارانہ نفرت اوردوسروں پر اپنے نظریات تھوپنا شریعت اور دستورِپاکستان کے خلاف ہے۔ اس اعلامیے میں مزید کہا گیا کہ پاکستان کی سرزمین نفرت انگیزی یادہشت گردی کی تربیت جیسی منفی سرگرمیوں کے لیے کسی صورت استعمال نہیں ہونی چاہیے اورنوجوانوں کو مفید علمی سرگرمیوں اورپیشہ واریت، اخلاقی کردار اور برداشت کوفروغ دینے والی مصروفیات میں مشغول رکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یونی ورسٹیوں کے ڈائریکٹریٹس آف اسٹوڈینٹس کوخصوصی اقدامات کرنے کا کہا گیا۔ غرض تمام شرکائے سیمی نارنے نفرت، انتہا پسندی اور تشدد کے خلاف یک جہتی کا اعلان کیا۔ (۳۹)

مذکورہ بالا جائزے سے معلوم ہوتاہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اکیسویں صدی کے آغاز سے ۲۰۱۷ء تک تقریباًانیس عدد قومی اور بین الاقوامی سطح کی کانفرنسوں اور سیمی نارز کاانعقاد کیا۔ اگر موضوعاتی لحاظ سے دیکھیں تو یہ پروگرامز قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اسلامی، اسلام اور سائنس، اسلامی معاشیات و بینک کاری اور مسلم شخصیات کی خدمات سے لے کر پاکستانی ادب، مذہبی تعلیم، ذرائع ابلاغ اورپاکستانی معاشرے اوراداروں جیسے موضوعات پر محیط ہیں۔ ان موضوعات میں سے آخرالذکر موضوع پر پانچ، مسلم شخصیات کی خدمات پر تین، قرآن کریم، فقہ اسلامی اور اسلامی معاشیات وبینک کاری پر دو دو اوربقیہ موضوعات پر ایک ایک کانفرنس یاسیمی نار منعقد ہوا۔ قرآن کریم سے متعلق کانفرنسیں "برصغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات" اور "پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال" کے موضوعات پر تھیں۔ فقہ اسلامی سے متعلق سیمی نارز میں سے ایک میں اجتماعی اجتہاد اوردوسری میں برصغیر میں اسلامی قانونی فکر اوراس کے اداروں کوزیربحث لایا گیا۔ مسلم شخصیات سے متعلق سیمی نارز میں

39– iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/11/21/national-conference-on-the-role-of-universities-in-advancing-national-narrative-to-counter-violence-extremism-and-terrorism/.

سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کی شخصیات اور خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔ سید ابوالحسن علی ندوی سے متعلق سیمی نار کے مقالات کتابی صورت میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

پاکستانی معاشرے اور اداروں سے متعلق سیمی نارز اور کانفرنسیں اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں کہ پاکستانی معاشرے اور ریاستی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعمیر و تشکیل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ نیز گذشتہ چند سالوں میں مسلم معاشروں میں بالعموم اور پاکستانی معاشرے میں بالخصوص مختلف طبقات کے درمیان فکری بُعد کے پیدا ہونے اور انتہاپسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کے فروغ کی وجہ سے وطن عزیز کے معروضی حالات بھی اس بات کے متقاضی تھے کہ اسلام کے معتدل نقطۂ نظر کو اجاگر کر کے معاشرے میں امن، رواداری اور اعتدال پسندی کے رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۲ اپریل ۲۰۱۵ء کو "اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا کردار" کے عنوان سے ایک قومی سیمی نار منعقد کر کے پاکستان میں اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں اپنے قائدانہ کردار کو اجاگر کیا۔ اسی سلسلے کی اگلی کڑی کے طور پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۶-۱۷ مارچ ۲۰۱۷ء کو بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان کے اشتراک سے "دستوری نظام اور اسلامی نقطۂ نظر سے ریاستی اداروں کی تشکیل نو" کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس کے پس منظر میں بھی یہی فلسفہ کارفرما نظر آتا ہے کہ پاکستان کے ریاستی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے انداز سے تشکیل نو کی جائے کہ وہ سماج کے تمام طبقات کا اعتماد حاصل کر سکیں اور امن وامان کے قیام، رواداری، معاشی وسماجی عدل وانصاف اور انسانی حقوق کے تحفّظ کے حوالے سے فعال کردار ادا کر سکیں۔

اپنے اسی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۶ مئی ۲۰۱۷ء کو "میثاقِ مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیل نو" کے عنوان سے ایک سیمی نار منعقد کیا اور پاکستانی معاشرے میں دہشت گردی اور انتہاپسندی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے سامنے بند باندھنے کے لیے پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علمائے کرام کی مشاورت سے انتہاپسندی اور دہشت گردی کے بیانے کا ایک متفقہ جوابی بیانیہ تیار کیا۔ اس جوابی بیانیے کو "پیغام پاکستان" کا نام دیا گیا، جس میں دہشت گردی اور انتہاپسندی کی مذمّت کرتے ہوئے خود کش حملہ آوروں اور ان کے سہولت کاروں کو غدار وطن اور جہاد کو صرف ریاست کا حق قرار دیا گیا۔ "پیغام پاکستان" کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدر مملکت عزت مآب ممنون حسین نے اسے قیام پاکستان کے بعد ملکی

تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیا۔ پیغام پاکستان مزید کئی سو علماے کرام کے دستخطوں کے ساتھ اردو اور انگریزی میں اشاعت کے آخری مراحل میں ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اعتدال پسند معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے نہ صرف دینی طبقے اور دینی مدارس کے ذمہ داران کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا بلکہ ملک کی اعلیٰ عصری دانش گاہوں کے نمائندوں کی اس سلسلے میں رہ نمائی کے لیے بھی ایک قومی سیمی نار کا انعقاد کیا۔ ادارے نے ملک کی تقریباً ۸۰ جامعات کے سربراہان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا، جس کی سفارشات پر اگر صحیح طریقے سے عمل درآمد کیا جائے تو نہ صرف اعلیٰ تعلیمی اداروں سے انتہا پسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کا خاتمہ ہو سکتا ہے، بلکہ یہ ادارے پورے معاشرے سے منفی رجحانات کے خاتمے اور اعلیٰ اسلامی اقدار، رواداری، سماجی انصاف اور انسانی حقوق کے تحفّظ میں بھی بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کانفرنسوں اور سیمی نارز کی افادیت اور اثر انگیزی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور سیمی نارز میں پیش کردہ مقالات علمی جرائد میں یا کتابی صورت میں شائع ہوئے یا نہیں۔ اس پہلو سے دیکھیں تو ادارے کی انیس کانفرنسوں اور سیمی نارز میں سے پانچ کے منتخب مقالات کتابی صورت میں، چار کے مقالات ادارے کے مجلات میں، ایک کے مقالات مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اور نو کے مقالات کسی بھی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادارے کی تقریباً نصف کانفرنسوں اور سیمی نارز کے مقالات کسی بھی صورت میں شائع نہیں ہو سکے۔ یہ ایک قابلِ توجہ پہلو ہے، کیوں کہ علمی محفلوں کے معاشرے پر دُور رس اور دیرپا اثرات اسی صورت میں مرتب ہو سکتے ہیں جب ان میں پیش کردہ مقالات تحریری شکل میں شائع ہو کر اہلِ علم اور عوام تک پہنچیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ادارے کی کانفرنسوں اور سیمی نارز کے جو مقالات شائع ہوئے ہیں وہ عموماً اصل پروگرام کے انعقاد کے دو سے چار سال بعد شائع ہوئے ہیں۔ مقالات کی اشاعت میں تاخیر سے نہ صرف یہ کہ مقالات کی افادیت میں کمی آتی ہے، بلکہ اس سے مقالہ نگاروں کی حوصلہ شکنی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اوّل تو کانفرنسوں اور سیمی نارز میں صرف ایسے مقالات قبول کیے جائیں جو بعد میں اشاعت کے قابل ہوں۔ دوسرے انھیں جلد از جلد ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزار کر شائع کیا جائے۔

مذکورہ بالا کانفرنسوں اور سیمی نارز کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان میں سے متعدد پروگرامز ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے بذاتِ خود منعقد کیے ہیں اور اگر ان میں کسی دوسرے ادارے کا اشتراک رہا ہے تو وہ مالی تعاون تک محدود رہا

ہے۔ البتہ ترجمۂ قرآن کی مشکلات سے متعلق کانفرنس اور "دستوری نظام اوراسلامی نقطۂ نظر سے ریاستی اداروں کی تشکیل نو" کے عنوان سے منعقدہ سیمی نار میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا اشتراک ثانوی نوعیت کا رہا ہے۔ ان میں سے اول الذکر کے انعقاد میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے کلیۃ اللغۃ العربیۃ کے شعبہ ترجمہ وترجمانی نے اور ثانی الذکر میں بہاؤالدین زکریایونی ورسٹی، ملتان کے شعبہ اسلامیات نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔

زمانی تسلسل کے اعتبار سے اکیسویں صدی کے سترہ سالوں کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کانفرنسوں اور سیمی نارز کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ادارے نے ۲۰۱۷ء میں چار، ۲۰۰۰ء میں تین، ۲۰۰۳ء میں دو اور ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء اور ۲۰۱۶ء میں ایک ایک کانفرنس یا سیمی نار کا انعقاد کیا، جب کہ ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۷ء، اور ۲۰۰۸ء کے سال کانفرنسوں اور سیمی نارز جیسی علمی سرگرمیوں سے خالی رہے۔

تربیتی ورکشاپس

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ایک اہم علمی سرگرمی علمی وفنی موضوعات پر ورکشاپس کا انعقاد ہے۔ ادارے نے اپنے ابتدائی دور میں اہلِ علم کی عموماً اور ادارے کے محققین کی خصوصاً تحقیق وتدوین کے حوالے سے تربیت کے لیے متعدد تربیتی پروگراموں اور ورکشاپس کا انعقاد کیا۔[۴۰] تاہم یہ ورکشاپس ادارے کی علمی سرگرمیوں کا مستقل حصہ نہ بن سکیں۔ اس قدیم روایت کا احیا کرتے ہوئے اکیسویں صدی میں بھی ادارے نے کئی ایک ورکشاپش کا اہتمام کیا، جن میں سے درج ذیل اہم ہیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۰۰۸ کے اواخر اور ۲۰۰۹ کے اوائل میں ادارے کے زیر تربیت محققین کو حوالہ نگاری کے جدید علمی اسالیب سے روشناس کرانے کے لیے ایک غیر رسمی تربیتی کورس کا اہتمام کیا، جس میں ادارے کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے حوالہ نگاری، کتابیات کی تیاری، تکنیکی اسلوب نگارش اور رموزِ اوقاف جیسے فنی پہلوؤں کے بارے میں شرکائے کورس کو تربیت دی۔ یہ کورس تقریباً دوماہ جاری رہا۔[۴۱]

۴۰۔ خالد مسعود، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اغراض ومقاصد"، ۹۶۲؛

Islamic Research Institute, *Hand Book and Master Plan* (Islamabad: Islamic Research Institute, 1980), 78-84; Islamic Research Institute, *Report: Workshop on Technical Editing, Islamabad, March 4-7, 1985* (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986).

۴۱۔ **اخبار تحقیق**، ش ۲۵، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۹ء، ۷۔

اسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے مخطوطات کی ایڈیٹنگ کے حوالے سے ۱۷ اپریل ۲۰۱۳ سے ۳۱ مئی ۲۰۱۳ کے دوران ایک شارٹ کورس کا اہتمام کیا، جس میں ادارے کے شعبہ مخطوطات کے سربراہ ڈاکٹر مصطفی امام نے شرکائے کورس کو مخطوطات کی ایڈیٹنگ کے نظری و عملی پہلوؤں کے بارے میں تربیت دی۔ کورس کے اختتام پر شرکائے کورس کو اسناد بھی دی گئیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے تعاون سے ۴مارچ ۲۰۱۴ سے ۶ مارچ ۲۰۱۴ء تک "اعلیٰ تعلیم میں تحقیق: اہمیت، ضرورت اور منہج" کے عنوان سے ایک تین روزہ ورکشاپ کااہتمام کیا، جس میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اور دیگر جامعات کے طلبا و طالبات نے شرکت کی۔ اس ورکشاپ میں درج ذیل عنوانات پر اہل علم نے شرکاے ورکشاپ کو رہ نمائی فراہم کی: "اخلاقیات اور تحقیق کا باہمی ربط"، "علوم القرآن اور تفسیری ادب میں معیارات تحقیق"، "اسلامی تحقیق: مقاصد اور معیارات"، "اصول بحث و تحقیق علوم شرعیہ"، "وسائل تحقیق (لائبریری، علمی رسائل، آرکائیوز اورانٹرویز) کا استعمال"، "علمی سرقہ سے گریز"، "تحقیقی مقالے کے موضوع کا انتخاب: دستیاب لٹریچر کا جائزہ اور خاکہ تحقیق کی تیاری"، "منہج البحث الفقہی"، "اہل مغرب کے معیارات تحقیق"، اور "حدیث، سیرت اور تاریخ اسلامی میں اسلامی اور مغربی منہج تحقیق"۔ پاکستانی اہل علم کے علاوہ بھارت سے پروفیسر ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی اور ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے بھی ورکشاپ کے دوران طلبہ و طالبات کی رہ نمائی کی۔

۱۶ نومبر ۲۰۱۵ء سے ۲۶ مارچ ۲۰۱۶ء کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "اعلیٰ معیار کی تحقیق کی تخلیق کے لیے خاکہ تحقیق، مواد کی جمع آوری، تحریری مہارت اور تکنیکی تدوین سے متعلق آزمائشی بنیادوں پر چھ تربیتی ورکشاپس" کا اہتمام کیا، جن میں سے ہر ورکشاپ کا دورانیہ ایک ہفتہ تھا۔ ان میں سے تین ورکشاپس میں طلبا اور تین ورکشاپس میں طالبات نے شرکت کی۔ یہ ورکشاپس توضیحی نوعیت کی تھیں، جن میں خاکہ تحقیق، مواد کی تلاش و جمع آوری، تحریری مہارتوں اور تکنیکی تدوین سے متعلق طلبا اور محققین کو پیش آنے والی مشکلات کو زیر بحث لا کر انھیں دور کرنے کے سلسلے میں رہ نمائی فراہم کی گئی۔[۴۲]

ان تربیتی ورکشاپس کا بنیادی مقصد انسانی اور سماجی علوم سے متعلق بالعموم اوراسلامی علوم سے متعلق بالخصوص تحقیقات میں مختلف مناہج تحقیق کے اطلاق کی صورت میں پیش آنے والے مسائل کی نشان دہی کرنا اورانھیں حل کرنا تھا، نیز ان کا ایک مقصد خاکہ تحقیق، مواد کی جمع آوری، تحریری مہارتوں اور تحقیقی کام کی

42– "Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017)," 28.

تکنیکی تدوین سے متعلق محققین کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا بھی تھا۔ ان ورکشاپس میں مختلف تدریسی اسالیب مثلاً درس، باہمی تعامل پر مشتمل نشستیں، جماعتی بحث ومباحثہ، پریزینٹیشنز اور قصیر المیعاد منصوبوں پر جماعتی کام کو اختیار کیا گیا۔ ورکشاپس کے ابتدائی حصے میں شرکاء کو تحقیق کی مختلف قسموں اور مناہج سے متعارف کروایا گیا اور کلاسیکی اسلامی مناہج تحقیق کی وضاحت پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ نظری پہلوؤں سے متعلق تربیتی نشستوں کے بعد باہمی تعامل پر مشتمل نشستوں کا اہتمام کیا گیا جن میں شرکاء کو عملی طور پر حصہ لینے اوراپنے خیالات کا اظہار کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ ان ورکشاپس سے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد اور دیگر جامعات کے دو سو سے زائد طلبا وطالبات نے استفادہ کیا۔(۴۳)

تحقیق وتدوین سے متعلق ورکشاپس کے اس آزمائشی منصوبے کی کامیابی اور حوصلہ افزا نتائج کے پیش نظر اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کونسل نے اپنے گیارویں اجلاس منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۷ء میں ادارہ کی درج ذیل تین ورکشاپس کا مستقل بنیادوں پر انعقاد کروانے کی منظوری دی ہے:

(1) Undergraduate Training on Research and Technical Writing
(2) Postgraduate Training on Academic Research and Scientific Writing
(3) International Postdoctoral Fellowship(۴۴)

ان تربیتی ورکشاپس اور پوسٹ ڈاکٹورل فیلوشپ کے لیے ضروری تیاری مکمل ہو چکی ہے اور ان کے اعلان واشتہار کے جواب میں بہت سی درخواستیں موصول ہو چکی ہیں، جن کی جانچ پڑتال کا سلسلہ جاری ہے اور امید ہے کہ ۲۰۱۸ء کے شروع میں ان پروگراموں کا بھرپور طریقے سے آغاز ہو جائے گا۔

علمی محاضرات

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں علمی محاضرات اور سیمی نارز کی صورت میں علمی سرگرمیوں کا آغاز ادارے کے ابتدائی زمانے ہی میں ہو گیا تھا، چناں چہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی سربراہی کے ابتدائی ایام ہی میں ادارہ میں باقاعدہ ہفتہ وار سیمی نار منعقد کیے جانے لگے جن میں مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفت گو اور مذاکرہ ہوتا، جس

۴۳۔ نفس مصدر، ۲۸-۳۰۔

44– "Research and Writing Training Programmes, as Approved by IRI Council in Its Eleventh Meeting Held on October 27, 2017," unpublished document, 1-17.

میں پوری آزادی کے ساتھ تحقیقاتی عملہ کے ارکان حصہ لیتے اور جونیئر اسکالروں کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کی جاتی۔[۴۵] بیسویں صدی میں جن اہم شخصیات نے ادارے میں تشریف لا کر رفقائے ادارہ کو اپنی علمی آراء سے مستفید کیا اوران سے تبادلۂ خیال کیا ان میں (۱) سید محمد امین الحسینی، مفتی اعظم فلسطین وصدر مؤتمر العالم الاسلامی (۲) شیخ عبد اللہ الندیم الجسر، فقیہ اعظم ومفتی لبنان (۳) چودھری محمد علی، سابق وزیر اعظم پاکستان (۴) جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس، سابق چیف جسٹس آف پاکستان (۵) پروفیسر آر۔ بی۔ سارجنٹ، پروفیسر عربی، کیمبرج یونی ورسٹی (۶) ڈاکٹر محمود شلتوت، سابق شیخ الازہر، مصر (۷) ڈاکٹر صلاح الدین منجد، لبنان (۸) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیرس (۹) پروفیسر ولفریڈ کینٹ ویل اسمتھ (۱۰) پروفیسر منٹگمری واٹ اور سید حسین نصر وغیرہ شامل ہیں۔

علمی محاضرات کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ان علمی محاضرات کے انعقاد کی ذمہ داری ادارے کے کسی رفیق کار کو سونپی جاتی ہے، جسے عام طور سے سیکرٹری سیمی نار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ وقتاً فوقتاً اہل علم علمی موضوعات پر اپنی تحقیقات ادارے کے رفقا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ علمی محاضرات کے ذیل میں ادارے کے رفقائے کار بھی اپنی تازہ ترین تحقیق کے نتائج کا دیگر اہل علم کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں اور یوں اہل علم کی صحت مندانہ تنقید ان کی تحقیق کے معیار کو بلند کرنے میں مد ثابت ہوتی ہے۔ ادارے کے رفقائے کار کے علاوہ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے دیگر شعبوں اور کلیات کے اساتذہ اور محققین بھی اسلام سے متعلق اپنی تحقیقات علمی محاضرات کی صورت میں گاہے گاہے ادارے کے رفقا کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ نیز دیگر شہروں بلکہ دیگر ممالک سے اسلام آباد آنے والے مہمان محققین بھی ادارے کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور اکثر علمی محاضرات کے ذریعے اپنی تازہ ترین تحقیقات کا ادارے کے رفقا کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں۔ اس علمی تبادلے کے نتیجے میں نہ صرف ان کی اپنی تحقیق کا معیار بلند ہوتا ہے بلکہ ادارے کے محققین کے سامنے بھی تحقیقی کام کی نئی جہتیں کھلتی ہیں۔

ذیل میں گذشتہ چند سالوں کے دوران ادارے میں ہونے والے علمی محاضرات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ ایسٹرن الونائے یونی ورسٹی، امریکہ کے پاکستانی نژاد پروفیسر ڈاکٹر محمود اے۔ بٹ نے ۱۷ جنوری ۲۰۰۱ء کو "نصابات تیار کرنے کی تکنیک" پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک علمی محاضرہ دیا۔[۴۶] اس علمی محاضرے کے چند دن بعد ۲۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو ڈاکٹر عصمت اللہ، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "پوسٹ مارٹم: اسلامی

۴۵۔ بزمی انصاری، "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی"، ۹۵۰۔

۴۶۔ **اخبار تحقیق**، ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

قانون کے تناظر میں" کے عنوان سے ایک مقالہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی علمی سرگرمیوں کے سلسلے میں پیش کیا۔[۴۷] مقالہ نگار نے جدید دور میں پوسٹ مارٹم کے اغراض و مقاصد اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے ان فقہی مسائل کا جائزہ لیا جن میں مردہ انسان کے جسم کی چیر پھاڑ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فقہاء نے گفت گو کی ہے۔ ڈاکٹر عصمت اللہ کی راے میں تعلیمی، عدالتی اور تشخیصی مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم جدید سائنس کا مسئلہ ہے، جس کی نظیر کلاسیکی کتب فقہ میں نہیں ملتی، تاہم چوں کہ یہ مقاصد شریعت کی نظر میں معتبر ہیں اس لیے ان اغراض و مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم میں حرج نہیں ہونا چاہیے۔ بعد ازیں یہ مقالہ ادارے کے اردو تحقیقی مجلے **فکر و نظر** میں شائع ہوا۔[۴۸]

بدیع الزمان سعید نورسی (م۔ ۱۹۶۰) جدید ترکی کے عظیم مصلح گزرے ہیں۔ ان کی تحریریں رسائل نور کے نام سے معروف ہیں اور جدید ترک معاشرے کی دینی فکر پر ان کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ رسائل نور ریسرچ سینٹر، استنبول کے ڈائریکٹر احسان قاسم الصالحی نے ۹ اپریل ۲۰۰۱ء کو " ترکی میں نورسی کی تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیاں" کے موضوع پر رفقاے ادارہ کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔[۴۹] فاضل مقرر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے تمام رسائل نور کا ترکی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کرکے بدیع الزمان سعید نورسی کے افکار کو عرب دنیا میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر صہیب حسن، سیکرٹری، اسلامک شریعہ کونسل، برطانیہ نے ۶ جون ۲۰۰۱ء کو "برطانیہ میں مسلمان خاندانوں کے مسائل: اسباب اور حل" کے موضوع پر گفت گو کی۔[۵۰]

اسلام اور مسیحیت میں وحی کے تصور کا تقابلی مطالعہ دونوں مذاہب کی تعلیمات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ چناں چہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے محقق مدثر علی نے ۱۶ جولائی ۲۰۰۱ء کو "عیسائیت میں وحی کا تصور" کے موضوع پر ایک مقالہ پیش کیا۔ جس میں انھوں نے بتایا کہ دیگر الہامی مذاہب کی طرح عیسائیت بھی وحی پر یقین رکھتی ہے اور بائیبل کو الہامی کلام تصور کرتی ہے، مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اس قدر تبدیلی ہوگئی کہ عیسائیت کی اصل تعلیمات محفوظ نہ رہ سکیں۔[۵۱] اسلام اور دیگر مذاہب میں تصور وحی کا مطالعہ فاضل مقالہ نگار کا اختصاصی

۴۷۔ نفس مصدر۔

۴۸۔ عصمت اللہ، "پوسٹ مارٹم اور اس کی شرعی حیثیت"، **فکر و نظر**، ۴۴: ۳۳ (۲۰۰۷ء)، ۲۷-۴۸۔

۴۹۔ **اخبار تحقیق**، ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

۵۰۔ نفس مصدر۔

۵۱۔ نفس مصدر، ش ۱، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۱ء، ۱؛ ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

مضمون ہے، جس پر ان کی کئی ایک تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں۔[۵۲] اسی سال ۳۰ جولائی ۲۰۰۱ء کو ڈاکٹر سفیر اختر، چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "پاکستان کے مذہبی مکاتب فکر: اہل حدیث" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔[۵۳]

۲۰۰۳ء میں ہارٹ فورڈ سیمینری امریکہ میں قائم سینٹر فار اسٹڈی آف اسلام اینڈ کرسچین مسلم ریلیشنز کے پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم ابو ربیع نے "شمالی امریکہ میں مطالعۂ اسلام" کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے انیسویں صدی سے موجودہ دور تک مغرب میں مطالعۂ اسلام کی کوششوں کا خاکہ پیش کیا اور بتایا کہ گیارہ ستمبر کے سانحے کا امریکہ میں مطالعۂ اسلام پر ایک مثبت اثر یہ پڑا کہ وہاں اسلام سے متعلق کتابوں کی طلب میں بے حد اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ابو ربیع کی رائے میں مطالعۂ اسلام بطور ایک شعبہ علم دورِ جدید کی پیداوار ہے۔ مشرق وسطیٰ اور دورِ عثمانی میں مسیحی مبلغین کی مساعی اس ضمن میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے مطالعۂ اسلام میں یہودی اہلِ علم کی دل چسپی کا ذکر بھی کیا اور بتایا کہ اس وقت مطالعۂ اسلام کے اہم ترین مراکز اسرائیل میں قائم ہیں۔ تاہم انھوں نے اس پر بھی زور دیا کہ مغرب میں علوم اسلامیہ کو عالمِ اسلام میں علومِ اسلامیہ کی تدریس سے مختلف انداز میں پڑھایا جاتا ہے، کیوں کہ مغرب میں مطالعۂ اسلام مغرب کے علمی پس منظر، مفروضات اور تقاضوں کے مطابق کیا جاتا ہے۔ فاضل مقرر نے اس طرف بھی توجہ دلائی کی استشراق کے ابتدائی دور میں مستشرقین کو عربی زبان وادب سے خصوصی شغف تھا، لیکن آج امریکی جامعات میں ایسے لوگ بھی اسلام کے بارے میں پڑھا رہے ہیں، جنھیں عربی یا کسی بھی اسلامی زبان سے واقفیت نہیں ہے۔[۵۴] مہمان خصوصی، ہمپٹن یونی ورسٹی، امریکہ میں سیاسیات کے پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد نے اپنے تبصرے میں بتایا کہ گذشتہ

---

52. Muhammad Modassir Ali, "The Catholic View of Revelation: A Historical and Analytical Perspective," *Ḥawliyyat al-Jāmiʿah al-Islāmiyyah al-ʿĀlamiyyah* 17-18 (2010-11): 7-52; Ali, "The Catholic Concept of Revelation since Vatican II and Its Impact on the Christian View of the 'Other'" (PhD dissertation, Faculty of Islamic Studies, International Islamic University, Islamabad, 2015); Ali, "Revelation in Hinduism: A Muslim Reading," *al-Baṣīrah* 4, no. 8 (2015): 31-48; Ali, "Making Sense of Dei Verbum: Moslem Reflections on the Relation between Scripture and Tradition," *DINIKA: Academic Journal of Islamic Studies* 1, no. 1 (2016): 1-30.

۵۳۔ **اخبارِ تحقیق**، ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

۵۴۔ نفسِ مصدر، ش ۹، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۳ء، ۱۔

صدی کی ساتویں دہائی میں امریکی جامعات میں اسلام پڑھانے والے صرف تین مسلمان اساتذہ (ڈاکٹر فضل الرحمٰن، ڈاکٹر اسماعیل فاروقی اور ڈاکٹر حسین نصر) تھے، لیکن اب اس تعداد میں معتد بہ اضافہ ہو چکا ہے اور ان میں سے کئی ایک اپنے مضمون میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔(۵۵) پروفیسر ممتاز نے بعد میں بعض دیگر اہل علم کے ساتھ مل کر امریکی جامعات میں علوم اسلامیہ کی تدریس سے متعلق ایک کتاب بھی مدون کی ہے۔(۵۶)

۲۰۰۴ء کے آغاز میں مرکز برائے ترقی پسند اسلام کے ڈائریکٹر اور ہارڈورڈ یونی ورسٹی، امریکہ کے کلیۃ الالٰہیات کے پروفیسر ڈاکٹر فرید اسحاق نے "ترقی پسندانہ مسلم نقطۂ نظر اور جدید سامراج" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے ترقی پسندانہ اسلام کا مفہوم واضح کرتے ہوئے کہا کہ ان کے نزدیک یہ تصور دو مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اوّل یہ کہ اسلام کو ایسے انداز سے سمجھا جائے جو مظلوم اور پسے ہوئے انسانوں کو فائدہ پہنچا سکے۔ دوئم یہ کہ علما و دانش ور خود کو کتابوں اور درس و تدریس تک محدود رکھنے کی بجائے اپنا اجتماعی دائرہ کار مقرر کرکے انسانیت کے مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کریں۔ ڈاکٹر فرید اسحاق کی رائے میں "تشکیل جدید" کا تصور اسلام کی فکری تاریخ میں کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ ہر دور کے مسلمان اسلامی فکر کی تشکیل نو کرتے رہے ہیں، تاہم سوال یہ ہے کہ یہ تشکیل جدید کسی بیرونی دباؤ کے نتیجے میں کی جاتی ہے یا اس کے محرکات زمینی حقائق اور معاشرے میں بسنے والے انسانوں کے سماجی و معاشی حالات ہیں۔ انھوں نے اس پر زور دیا کہ مسلم دانش وروں کو جدید سامراج کا جائزہ لیتے ہوئے صرف اس کے ثقافتی پہلو تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اس کے پیچھے کار فرما مادی قوتوں، سرمائے کے کردار اور صارفیت (consumerism) پر بھی ناقدانہ نظر ڈالنی چاہیے۔(۵۷)

اسی برس بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ملائیشیا میں نفسیات کے پروفیسر ڈاکٹر ظفر آفاق انصاری اور اسلام آباد کالج فار ویمن کی ڈاکٹر ممتاز فاطمہ نے بالترتیب "اخلاقی و روحانی ارتقاء میں خود احتسابی کا کردار: مولانا اشرف علی تھانوی کا نظام" اور "نفسیاتی رہ نمائی" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ایک علمی نشست میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۵۵– نفس مصدر۔

56 – Mumtaz Ahmad, Zahid Bukhari, and Sulayman Nyang, eds., *Observering the Observer: The State of Islamic Studies in American Universities* (London: International Institute of Islamic Thought, 2012).

۵۷– **اخبارِ تحقیق**، ش ۱۱، اپریل تا جون، ۲۰۰۴ء، ۱۔

ڈاکٹر انصاری نے کہا کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے تک مغربی ماہرین نفسیات ایجابیت اور کرداریت جیسے فلسفوں کے زیر اثر صرف ان اشیاء کے وجود یا اہمیت کے قائل تھے جنھیں حواس خمسہ سے جانا جاسکتا ہے یا جن پر تجربہ گاہ میں تجربہ کیا جاسکتا ہے، لہٰذا مذہب کو نفسیاتی محرکات میں کوئی جگہ دینا ناممکن تھا، لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اب مذہب اور روحانیت کو اہم ترین نفسیاتی محرکات تسلیم کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انصاری نے بتایا کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے بدلتے ہوئے حالات میں ایک روحانی طریق کار پیش کیا۔ مولانا تھانوی کی نظر میں انسانی شخصیت متعدد پرتیں رکھتی ہے، مثلاً جسمانی، روحانی اور نفسیاتی۔ ان کا نفسیاتی طریقہ علاج ایک ایسا مکمل اور مربوط نظام تھا جو ان تمام پہلوؤں پر محیط تھا اور اس کا مقصد انسانوں کو اپنی بہترین صلاحیتیں بروے کار لانے میں مدد دینا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے ''خود احتسابی'' یا ''محاسبہ نفس'' کا طریق کار مقرر کیا تھا۔ مولانا تھانوی اور دیگر صوفیا نے خود احتسابی کے دو مرحلے بتائے ہیں: معرفت ذات اور عمل۔ پہلے مرحلے میں انسان کو محاسبہ نفس کے ذریعے اپنی روحانی امراض اور ان کی وجوہات معلوم کرنا ہوتی ہیں اور دوسرے مرحلے میں ان کا ازالہ کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔

اس موقع پر ڈاکٹر فاطمہ ممتاز نے نفسیاتی رہ نمائی سے متعلق ایک تعارفی جائزہ پیش کیا۔ اس تصور کے خدوخال پیش کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ خود انسان۔ نفسیاتی رہ نمائی کے مختلف مقاصد بیان کیے جاتے ہیں مثلاً مثبت تبدیلی کے لیے دوسرے شخص کو متاثر کرنا اور کردار کی تبدیلی میں معاونت وغیرہ۔ انھوں نے بتایا کہ اس وقت نفسیاتی رہ نمائی کے لیے دنیا میں تقریباً چار سو مختلف طریقے استعمال کیے جارہے ہیں۔ ڈاکٹر فاطمہ ممتاز نے تکمیل ذات کے تصور جسے دورِ حاضر میں شمالی امریکہ کے ماہرین نفسیات کے ہاں بڑی مقبولیت حاصل ہے، پر بھی روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ اسلام میں یہ تصور صدیوں سے موجود ہے، کیوں کہ انسان کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ذات کی تکمیل کرنا ہی اسلام کے مطابق سب سے بڑا اخلاقی فریضہ ہے۔(۵۸)

ڈاکٹر باسط بلال کوشل، اسسٹنٹ پروفیسر، کونکورڈیا کالج، منی سوٹا، امریکہ نے ۲۰۰۴ء ہی میں ''مسلم دانش وروں کا کردار کیا ہونا چاہیے؟'' کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ ڈاکٹر کوشل کے نزدیک دانش ور ایسا شخص ہوتا ہے، جسے کسی خاص شعبے میں خصوصی تکنیکی مہارت اور معلومات حاصل ہوں۔ مذہبی دانش ور مذہب کی تعلیمات اور روایت میں گہرا علم اور تجربہ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر کوشل کی رائے میں ایک دو مذاہب

۵۸- نفسِ مصدر۔

کے علاوہ تقریباً تمام مذاہب میں مذہبی دانش ور کا کردار ناگزیر نوعیت کا ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں انسان کی اخروی نجات کا دارومدار مذہبی دانش ور کے مخصوص کردار پر ہوتا ہے۔ تاہم یہودیت اور اسلام میں یہ صورت حال نہیں۔ یہودیت میں مذہبی دانش ور اخروی نجات میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، کیوں کہ یہودیت میں آخرت کا تصور ہی وضاحت کے ساتھ ملنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح اسلام میں بھی عالم یا دانش ور کو مسلمانوں کی اخروی فلاح میں کوئی ناگزیر کردار حاصل نہیں۔ ڈاکٹر کوشل نے فکر اسلامی کی موجودہ صورت حال پر گفت گو کرتے ہوئے معاصر مسلم دانش وروں کے کردار کو چار اقسام میں تقسیم کیا: (الف) اسلام کی سیاسی تعبیر یا بنیاد پرستی (ب) روایتی اسلام کی نمائندگی (جو ازہر اور دیوبند جیسے ادارے بھی کر رہے ہیں) (ج) صوفی اسلام یا اسلام کی روحانی تعبیر و تشریح (د) علمی سرگرمی (انفرادی یا اداروں کے ذریعے)۔ ان تمام اقسام کی نمائندگی کرنے والے دانش وروں میں ایک مشترک چیز حقیقی اسلام کی تلاش یا حقیقی اور غیر حقیقی مسلمانوں میں فرق کرنا ہے۔ نیز ایک رجحان یہ پایا جارہا ہے کہ مسلم دانش ور کلی اور ہر زمان و مکان پر منطبق ہونے والی فکر کا حامل ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ بھی دیگر مذاہب کے مذہبی دانش وروں جیسا کردار اپنا رہا ہے۔(۵۹)

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ اسلامی قانون سے وابستہ ڈاکٹر ناصر زیدی نے ایران کے معروف دانش ور عبدالکریم سروش کے افکار کے بارے میں ادارے میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ ڈاکٹر سروش نے جدید اسلامی فکر کو روایتی اسلامی فکر سے جدا کرکے اسے ایک منہج عطا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں ارتقائے فہم دین کا نظریہ پیش کیا جس پر ایران سمیت دنیا بھر میں جدید علم الکلام کے ماہرین کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری ہے۔ سروش کا کہنا ہے کہ مختلف ادوار میں اصلاح پسندوں اور احیاے دین کے علم برداروں کو درپیش بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ دین کے ثابت اور دائمی رخ کو متغیر اور قابلِ تبدیل رخ کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کیا جائے۔ سروش نے اس مسئلے کا حل اپنے نظریہ قبض و بسط فہم شریعت کے ذریعے پیش کیا ہے۔ فاضل مقرر نے اس نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ دین، فہم دین سے ایک مختلف چیز ہے۔ بالعموم جسے دین کہا جاتا ہے وہ دین نہیں بلکہ فہم دین ہے۔ دین کامل اور عین حق ہوتا ہے، لیکن فہم دین نامکمل اور ناقص ہو سکتا ہے۔ فہم دین انسانی فہم پر مبنی ہوتا ہے اور اس میں انسان کی ذاتی خصوصیات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ نیز فہم دین ایک اضافی چیز ہے جو دوسرے ارتقا پذیر غیر دینی علوم سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔

۵۹- نفسِ مصدر، ۱-۲۔

سروش کے اس نظریے کی رو سے دین کی کوئی بھی تعبیر حتمی نہیں بلکہ اس میں تبدیلی کی گنجائش رہتی ہے اور روایتی اجتہاد کے اصولوں میں مزید اجتہاد ممکن ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ اس نظریے کے مطابق عقل انسانی کو فہم دین میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ (۶۰)

۲۰۰۴ء ہی میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ملائیشیا کے ریکٹر، پروفیسر ڈاکٹر کمال حسن نے "جنوب مشرقی ایشیا میں جدید اسلامی فکر کے بعض رجحانات" کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک توسیعی خطبہ دیا، جس میں انھوں نے جنوب مشرقی ایشیا میں اسلامی فکر کے درج ذیل چار اہم رجحانات کی نشان دہی کی۔ (الف) بنیادی سیاسی رجحان (ب) غیر متنازعہ علمی رجحان (ج) متنازعہ علمی رجحان (د) غیر معیاری رجحان۔

پہلے رجحان کے تحت انھوں نے ملائیشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتیر محمد اور مسلم مفکر انور ابراہیم کے افکار اور کردار کا حوالہ دیا۔ اس رجحان کے مطابق اسلام جمہوریت، ملکی ترقی اور قومی تعمیر میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس فکر پر مبنی پالیسیوں کا آغاز ۱۹۸۲ء میں ہوا، جن کے نتیجے میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ملائیشیا، غیر سودی بینک کاری اور دیگر اسلامی ادارے وجود میں آئے۔

دوسرے رجحان کے ضمن میں فاضل مقرر نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بطور خاص ذکر کیا جنھوں نے جدید سماجی علوم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت پر زور دیا۔ فاضل مقرر کی راے میں یہ رجحان ملائیشیا میں بہت مضبوط لیکن انڈونیشیا میں کمزور ہے۔ ملائیشیا میں اس رجحان کی ترویج میں ان مسلم ماہرین کا کافی حصہ ہے، جو قومی ترقی، ملکی صنعت کے فروغ اور ملک کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

تیسرے رجحان کے تحت ڈاکٹر کمال حسن نے جن امور کا ذکر کیا ان میں سے ایک انکارِ حدیث کی تحریک ہے۔ ملائیشیا میں اس تحریک کو زیادہ فروغ ڈاکٹر رشاد خلیفہ کی تحریروں سے ہوا۔ اس رجحان کا دوسرا اہم موضوع مسلم خواتین کے حقوق ہیں، اس تحریک کی سرپرستی "Sisters in Islam" کی تنظیم، ذرائع ابلاغ خصوصاً "New Straits Times" اخبار اور ڈاکٹر امینہ ودود کر رہی ہیں۔ انڈونیشیا میں صدر عبدالرحمٰن واحد نے لبرل اسلام جیسی باتوں کو فروغ دیا اور نور خالص مجید نے نومعتزلیت کو پروان چڑھایا۔

ڈاکٹر کمال حسن نے چوتھے رجحان کے ضمن میں کچھ ایسے گروہوں کا ذکر کیا جو بعض غیر معمولی اور غیر حقیقی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں مثلاً یہ کہ انھیں کوئی چیز مثلاً گولی وغیرہ ہلاک نہیں کر سکتی اور یہ کہ حضرت

۶۰- نفس مصدر، ۵۔

محمد ﷺ سے براہ راست بات چیت کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے گروہوں میں دارالارقم تحریک، المعونہ گروپ اور سیلف ڈیفینس گروپ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔(۶۱)

اسی عرصے میں مرکز برائے اسلام اور سائنس، کینیڈا کے صدر، ڈاکٹر مظفر اقبال نے "مغرب اسلام کی نظر میں" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے بتایا کہ مغربی تہذیب اپنے آپ کو سب سے زیادہ ترقی یافتہ تہذیب کہتی اور اس کے عالم گیر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، جس کی وجہ مغرب کا سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی نظام اور سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی میں اس کی بے انتہا ترقی ہے۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے مغرب کے طرزِ فکر کو تین امور میں محصور کرتے ہوئے کہا کہ اس کی عمارت جدید جمہوری سوچ، معاشی استحکام اور انسانی آزادی کے تصور پر تعمیر کی گئی ہے۔ مغرب نے انسانی عقل کو سب سے اہم رہ نمائی قوت تصور کرتے ہوئے اس پر اپنی فکر کی بنیاد رکھی ہے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو وحی اور اسلام کے زریں اصولوں پر مبنی ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دینا چاہیے جس کو اختیار کر کے وہ مغرب اور اس کی تہذیب کو قرآن وسنت کے معیار پر پرکھ سکیں۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس طرف خاص توجہ دلائی کہ جس طرح مغرب نے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ سائنسی ترقی کو صرف ایک حوالے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے مزید تحقیق کا کام جاری رکھا، اسی طرح آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو صرف مغربی سائنسی علوم کے حصول تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے آگے بڑھیں اور ان میدانوں میں ترقی کرتے ہوئے اسلام کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کریں۔(۶۲)

جرمنی کے اسکالر ڈاکٹر ڈائٹرک ریٹز نے دارالعلوم دیوبند اور بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے طرزِ تعلیم کے تقابلی جائزے پر مشتمل اپنے مقالے کے پہلے حصے یعنی "دارالعلوم دیوبند کا علمی کردار" سے متعلق ۲۰۰۴ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا، جس میں دارالعلوم کے قیام سے لے کر آج تک ہونے والی ترقی کے علاوہ اس کے تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی اثرات کا جائزہ پیش کیا۔ ڈاکٹر ریٹز نے واضح کیا کہ دارالعلوم دیوبند اپنے قیام کے وقت سے لے کر آج تک روایتی طرزِ تعلیم کو اختیار کیے ہوئے ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے حاصل کردہ اعداد وشمار کے مطابق اب تک وہاں سے ۸۴۷۳۱ طلبا سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں جو جنوبی ایشیا کے علاوہ جنوبی افریقہ، امریکہ اور برطانیہ میں دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ نیز مختلف مقامات پر ۲۰۰ کے قریب

۶۱۔ نفسِ مصدر، ش ۱۳، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۴ء، ۱، ۶۔

۶۲ ۔ نفسِ مصدر، ۳۔

دارالافتاء، دارالترجمہ اور دارالحدیث وغیرہ دارالعلوم دیوبند کے تحت کام کر رہے ہیں۔ تاہم دارالعلوم دیوبند کا سیاسی کردار محدود ہے نیز ایک قصبے میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی طرف زیادہ تر غریب اور نادار گھرانوں کے بچے رجوع کرتے ہیں۔(۶۳)

لایولا یونی ورسٹی، شکاگو میں ادیان عالم اور علوم اسلامی کی پروفیسر ڈاکٹر مرسیا ہر مینسن نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ۲۰۰۵ء میں "امریکی مسلمانوں کی شناخت کی تشکیل" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے بتایا کہ کس طرح امریکی مسلمانوں نے گذشتہ چالیس پچاس برسوں میں مختلف مراحل سے گزر کر اپنی شناخت پیدا کی، کس طرح بتدریج اپنا مقام بنایا، معاشرتی سطح پر انھیں کس حد تک اہمیت دی جانے لگی اور سیاست میں ان کا کردار کس سطح تک پہنچا۔ پھر گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد مسلمانوں کی اس خصوصی حیثیت کو کس طرح دھچکا لگا، اب امریکہ میں مسلمانوں کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور مسلمان کس طرح اپنی ساکھ بحال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ امریکی مسلمانوں نے اپنی شناخت کو برقرار رکھنے اور اپنے آپ کو منظّم کرنے کے لیے اسلامی اسکولز قائم کیے، اپنے ریڈیو اور ٹی وی چینلز کا آغاز کیا، اپنی تنظیمیں تشکیل دیں اور مسلمانوں کے اجتماعات کا انعقاد کیا۔ ایک طرف امریکی مسلمان خود کو مسلم دنیا کا ایک حصہ تصور کرتے ہیں اور اپنے داخلی اختلافات کے باوجود اپنے اسکولوں ، ذرائع ابلاغ اوراور تنظیموں کے ذریعے اپنے عقیدے، اقدار اور تشخص کا اظہار کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے آپ کو امریکی معاشرے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ تاہم گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد ہر مسلمان کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ڈاکٹر ہر مینسن نے بہت سے امریکی مسلمانوں مثلاً مقتدر خان، فرید زکریا، رفعت حسین، خالد ابوالفضل، وارث دین محمد، امینہ ودود، حمزہ یوسف اور سید حسین نصر کا ذکر بھی کیا۔(۶۴)

اسی عرصے میں سوڈان کی بین المذاہب کونسل کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر الطیب زین العابدین پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ اس موقع پر انھوں نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "مذاہب کے درمیان گفت گو: سوڈان کا تجربہ" کے عنوان پر لیکچر دیا، جس میں انھوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ دنیا میں مکالمہ بین المذاہب کی جتنی کاوشیں ہوتی ہیں ان کا آغاز مغربی ممالک یا غیر مسلم تنظیمیں کرتی ہیں اور یہ مکالمے عموماً غیر مسلم ممالک میں ہوتے ہیں، جن میں مسلمان بھی شریک ہوتے ہیں۔ سیرت طیّبہ کے مختلف واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے

۶۳۔ نفسِ مصدر، ۸۔

۶۴۔ نفسِ مصدر، ش ۱۵، اپریل تا جون، ۲۰۰۵ء، ۳۔

کہا کہ مسلمانوں کو بھی اس طرح کے مثبت مکالمات کا آغاز کرنا چاہیے تاکہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان فکری بُعد اور معاشرتی فاصلوں کو کم کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں انھوں نے سوڈان کی بین المذاہب کونسل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کونسل میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو پچاس پچاس فیصد نمائندگی حاصل ہے اور جنوبی سوڈان کی عیسائی اکثریت کو حکومت کے قریب لانے میں اس کونسل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔[٦٥]

۲۰۰۵ء ہی میں ڈیفنس ڈگری کالج، کراچی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "قرآن، سائنس اور کائنات" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ انھوں نے کہا کہ قرآن کریم کتابِ ہدایت ہے، لیکن اس کی تعبیر و تشریح کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت انسان ہی کو سونپی ہے تاکہ وہ اپنے سماجی و تہذیبی ارتقا کے ہر مرحلے میں زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کا سامان کرتا رہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ سائنسی ترقی نے اہل علم کے لیے ایسے نئے سوالات پیدا کر دیے ہیں، جن کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔ مسلم اہلِ علم و دانش کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن مجید کے اصولوں کے مطابق ان کے جوابات فراہم کریں۔ ڈاکٹر دلدار نے قرآن، سائنس اور کائنات کے موضوع کے تحت آنے والے بعض مسائل کا ذکر بھی کیا، جن میں کائنات کی تخلیق کا عمل، سات آسمانوں کا مفہوم، زمین کی حرکت یا سکون، تخلیقِ آدم، عورت کی حیثیت بمقابلہ مرد، بجلی کی کڑک کا سبب، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلوننگ، اعضاء کی پیوندکاری اور عطیات، جنات کی حقیقت، ضبط ولادت اور ہم جنس پرستی جیسے مسائل قابل ذکر ہیں، ان کا حل مذہب اور سائنس کے باہمی مطالعہ ہی سے ممکن ہے۔ اپنے لیکچر کے اختتام پر انھوں نے مذہب اور سائنس کی تعلیم و تحقیق کے فروغ کے لیے کچھ تجاویز بھی دیں۔[٦٦]

امریکہ کی معروف دانش گاہ کولمبیا یونی ورسٹی میں شعبہ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر رچرڈ بولیٹ نے ۲۰۰۷ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "The Case for Islamo-Christian Civilization" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ ان کی ایک مشہور کتاب کا عنوان بھی یہی ہے۔[٦٧] انھوں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ اسلام اور مغرب کی تاریخ میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ آج ان کے درمیان ٹکراؤ کی وجہ ان کے باہمی اختلافات نہیں بلکہ ایک طویل مدت سے باہمی تعلق کے انکار کی شعوری کوشش اس کا سبب ہے۔ مختلف تہذیبوں کے درمیان

٦٥– نفس مصدر، ۳،۵۔

٦٦– نفس مصدر، ۵۔

67– Richard W. Bulliet, *The Case for Islamo-Christian Civilization* (New York: Colombia University Press, 2004).

ہم آہنگی کے فروغ پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ تہذیبوں کا تصادم خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسا مذہب نہیں جو دوسرے مذاہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہو یا ان کا قلع قمع کرنے پر تلا ہوا ہو۔ انھوں نے مزید کہا کہ تہذیبیں ایک دوسرے سے سیکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے متعدد مثالیں پیش کیں کہ مغرب نے اسلامی تہذیب سے کس کس طرح استفادہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج بھی مسلم محققین مغربی دانش گاہوں اور تجربہ گاہوں میں بڑی عمدگی سے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی تہذیب کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ پروفیسر بولٹ نے کہا کہ اسلام برداشت اور صبر و تحمل کا درس دیتا ہے اور یہی مسیحیت کی حقیقی تعلیمات ہیں۔ اگر مذہب کی روح کو صحیح طریقے سے سمجھ لیا جائے تو تہذیبیں بھی ترقی کرتی ہیں اور قومیں بھی۔[۶۸]

چٹاگانگ یونی ورسٹی بنگلہ دیش کے سابق وائس چانسلر اور شعبہ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر عالم گیر سراج الدین نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "Shariah Law, Secular Courts and Muslim Women of South Asia" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے اس صورت حال کو تعجب خیز قرار دیا کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی عدالتوں نے تو مسلمانوں سے متعلق ان کے عائلی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا التزام کیا، لیکن پاکستانی عدالتوں نے ان قوانین کی تعبیر و تشریح کے عدالتی حق کا دعوی کرتے ہوئے بہت سے عائلی قوانین مثلاً قانون لعان، بچوں کی حضانت، خلع کے ذریعے فسخ نکاح اور طلاق یافتہ عورت کے نفقہ سے متعلق قوانین میں تبدیلیاں کیں۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء کے بعد بنگلہ دیشی عدالتوں نے ان تبدیلیوں کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا۔ البتہ دورِ اخیر میں ہندوستانی عدالتوں نے بھی روایتی عائلی قوانین میں عورتوں سے متعلق بعض اہم فیصلے کرتے ہوئے طلاق یافتہ عورت کے نفقہ، یک طرفہ طلاق، تفویض طلاق اور جنسی حقوق کی عدم ادائیگی کی صورت میں طلاق کے حوالے سے بعض اہم قوانین وضع کیے ہیں۔ فاضل مقرر کی رائے میں جنوبی ایشیا کی عدالتوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی عائلی قوانین میں بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے تحت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔ ڈاکٹر سراج الدین نے آخر میں یہ سوال بھی اٹھایا کہ اگرچہ پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کی قانونی تاریخ، قانونی ادارے اور مسلم عائلی قوانین ایک جیسے ورثہ کے حامل ہیں، لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ استعماری دور کے بعد کے ان قانونی تجربوں اور عدالتی فیصلوں سے باہم استفادہ نہیں کرتے؟[۶۹]

۶۸- **اخبار تحقیق**، ش ۱۷، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷، ۱-۲۔

۶۹- نفسِ مصدر، ۳۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اسسٹنٹ پروفیسر اور جرمنی کی ایرفرٹ یونی ورسٹی میں پی ایچ ڈی کے طالب علم جناب محمد اکرم نے ۲۰۰۷ء میں "مطالعہ مذہب: داخلی وخارجی تناظر کی معنویت؟"[۷۰] کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک مقالہ پڑھا۔ فاضل مقالہ نگار نے اپنے مقالے کا آغاز ڈبلیو۔ سی۔ اسمتھ کی اس رائے سے کیا کہ کسی مذہب کے بارے میں کسی دوسرے مذہب کے پیروکار عالم کی رائے یا بیان اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک اس مذہب کے ماننے والے اس رائے کو درست تسلیم نہ کریں۔ جناب محمد اکرم نے مزید کہا کہ یہ صرف پروفیسر اسمتھ ہی کی رائے نہیں ہے، بلکہ "مظہریت مذہب" (Phenomenology of Religion) سے تعلق رکھنے والے محققین بھی مطالعہ مذہب میں مذہب کے پیروکاروں کے نقطۂ نظر کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ فاضل مقالہ نگار نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ بالا آراء اگرچہ بظاہر بہت درست اور قابلِ فہم لگتی ہیں، لیکن ان سے کوئی اصول اخذ کرنا امور کو ضرورت سے زیادہ سادہ سمجھنے کے مترادف اور گمراہ کن ہوگا۔ اسی احساس کے پیش نظر مطالعہ مذہب کے دیگر علما نے "داخلی" اور "خارجی" کی تفریق سے آزاد ہو کر دوسرے علوم وفنون مثلاً لسانیات وبشریات سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔[۷۱]

مئی ۲۰۰۷ء میں معروف محقق ڈاکٹر سلمان سید نے "اسلام-مغرب تعلقات: تنقیدی فکر کے چند زاویے" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل محقق نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایک طرف بہت سے مسلم مصلحین کے نزدیک مغرب اور جدیدیت یا مغرب اور تہذیب ہم معنی الفاظ بن چکے ہیں تو دوسری طرف مغربی شناخت ہی اس مفروضے پر قائم ہے کہ مغرب سب سے بہتر ہے اور غیر مغربی چیز غیر معیاری اور کم تر ہے۔ ڈاکٹر سلمان نے مزید کہا کہ مغرب میں مغربی اور غیر مغربی انسانوں کے لیے مختلف معیارات ہیں۔ اپنی اس بات کی تائید کے لیے انھوں نے دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی کے جنگی مجرموں اور گوانٹاناموبے میں قید غیر مغربی مسلمان قیدیوں کے ساتھ اہلِ مغرب کے مختلف برتاؤ کا حوالہ دیا۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلم اہلِ علم کو مسلم تاریخ کا از سرِ نو جائزہ لے کر اسے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ایسے انداز سے پیش کرنا چاہیے کہ جس سے مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔[۷۲]

70– Transcending the Insider-Outsider Dichotomy in the Study of Religion

۷۱– نفس مصدر، ۵۔

۷۲– نفس مصدر، ش۱۸، اپریل تا جون، ۲۰۰۷ء، ۷؛

www.iiu.edu.pk/news/may_07.html.

سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورالوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن، کراچی میں قائم سینٹر فار بائیومیڈیکل ایتھکس اینڈ کلچر کی صدر پروفیسر ڈاکٹر فرحت معظم نے ۲۰۰۷ء ہی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں اپنے ادارے کے اغراض ومقاصد، کارکردگی اور تعلیمی پروگراموں کے بارے میں ایک تفصیلی تعارف پیش کیا اور مرکز کے ایک اور محقق ڈاکٹر عامر جعفری نے اپنے ادارے کی تعلیمی ونصابی سرگرمیوں کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر فرحت معظم نے کہا کہ طبی اخلاقیات کی تدریس طب کی مجموعی تدریس میں اہم حیثیت کی حامل ہے، تاہم انھوں نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملکی سطح پر اس مضمون کا عمیق مطالعہ رکھنے والے افراد کی انتہائی کمی ہے، لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ طبی اخلاقیات پر سائنسی، اخلاقی اور دینی لحاظ سے عبور رکھنے والے افراد کی کثیر تعداد تیار کی جائے۔ ڈاکٹر فرحت معظم اور ڈاکٹر عامر جعفری نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نوجوان اسکالر قیصر شہزاد کے اسلامی طبی اخلاقیات کے موضوع پر تیار کردہ مقالے[۷۳] کی تحسین کی اور اسے طبی اخلاقیات کی تعلیم کے فروغ کی طرف ایک اہم پیش رفت قرار دیا۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ طبی ماہرین کی اخلاقی اور دینی رہ نمائی کے لیے اسلامی علوم کے ایسے محققین پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جنھیں سائنس سے بھی شغف ہو تاکہ وہ اسلامی طبی اخلاقیات کی عصری تقاضوں کے مطابق تدوین اور تدریس میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔[۷۴] یہ بات لائق توجہ ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۸ جون تا ۳۰ جون ۱۹۹۵ کو طبی فقہی مسائل پر ایک سہ روزہ قومی ورکشاپ کے انعقاد کا اہتمام کیا تھا، جس میں ملک بھر کے ماہرین فقہ، ماہرین قانون اور ماہرین طب نے شرکت کی اور مقالات پڑھے۔ اس ورکشاپ میں مختلف طبی فقہی مسائل خصوصاً اعضائے انسانی کی منتقلی اور پیوندکاری کے حوالے سے کھل کر بحث ومباحثہ ہوا۔ اگرچہ تمام امور پر اتفاق رائے نہ ہو سکا تاہم اس بات کی سفارش کی گئی کہ اس قسم کی ورکشاپس کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے تاکہ مسلسل گفت گو اور تبادلۂ خیال کے ذریعے کسی حتمی نتیجے تک پہنچا جا سکے۔ نیز ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک طبی فقہی یونٹ (Medical Jurisprudence Cell) کے قیام کی سفارش بھی کی گئی۔[۷۵] تاہم ہنوز اس تجویز پر عمل درآمد ہونا باقی ہے۔

73– Qaisar Shahzad, *Biomedical Ethics: Philosophical and Islamic Perspectives* (Islamabad: Islamic Research Institute, 2009).

۷۴– **اخبار تحقیق**، ش۱۹، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۷ء، ۴۔

۷۵– نفسِ مصدر، جولائی تا ستمبر، ۱۹۹۵ء، ۲-۳۔

۲۰۰۷ء میں امریکہ کی جارج میسن یونی ورسٹی میں سیاسیات کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر پیٹر مینڈاویل نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "Globalization and Modern Islamist Movements: Towards a New Synthesis" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ مسلمانوں اور مغرب کے درمیان اختلافات کو مکالمے کے ذریعے حل کرنے پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ مغرب کو اس بات کا ادراک ہے کہ مصر، انڈونیشیا اور بعض دیگر مسلم ممالک کی جدید اسلامی تحریکوں کے اعتدال پسند رہنما جدید تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے تقاضوں سے بھی باخبر ہیں اور الیکٹرانک میڈیا کی وساطت سے عوام میں مقبول ہونے کی وجہ سے عوام کی نظروں میں اسلام کے بارے میں ان کی آراء وزن بھی رکھتی ہیں، لہٰذا ایسے رہنماؤں کی وساطت سے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے درمیان مکالمے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔[۷۶]

۷ نومبر ۲۰۰۷ء کو پروفیسر ڈاکٹر عبد الخالق قاضی، ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے "Injil in the Qur'an and Tafsir Literature" کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔[۷۷]

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے "The Contribution of Muslim Physicians and Scholars to the Development of Modern Psychiatry" کے عنوان سے ایک علمی محاضرے کا اہتمام کیا، جس میں فیکلٹی آف سوشل سائنسز، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے پروفیسر ڈاکٹر مالک بدری نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔[۷۸]

ہمپٹن یونی ورسٹی، امریکہ کے شعبہ سیاسیات کے پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد نے ۲۶ نومبر ۲۰۰۷ء کو "دیوبند: تقویٰ، سیاست اور تشدد پسندی" کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد نے بانیان دیوبند کے علم وفضل، تقوی، للّٰہیت اور خلوص کا اعتراف کیا۔ انھوں نے کہا کہ ابتدائی دور میں دیوبند تحریک اپنی ایک نظریاتی اساس، واضح شناخت، متعین مقاصد اور عملی کوششوں کی ایک سمت رکھتی تھی۔ اس کا بنیادی مقصد مغرب کی سیاسی، ذہنی اور ثقافتی یلغار کے دور میں دین اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور اسلامی علوم کو زندہ رکھنا تھا۔ تاہم بعد میں دیوبندی فکر سے خود کو منسوب کرنے والے گروہ اور افراد ہم خیال نہ رہ سکے، چناں چہ

۷۶۔ نفسِ مصدر، ش ۱۹، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء، ۷؛
www.iiu.edu.pk/news/june_07.html.

77– www.iiu.edu.pk/news/november_07.html.

۷۸۔ نفسِ مصدر۔

آج انھیں صوفی فکر، اصلاحی فکر، استعمار دشمن جہادی فکر، مسلم قومیت کی فکر، سوشلسٹ فکر، مسلکی فکر اور تبلیغی فکر وغیرہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔[۷۹]

۲۰۰۸ء میں کینیڈا میں مرکز برائے اسلام اور سائنس کے سربراہ ڈاکٹر مظفر اقبال نے "Concise Encyclopedia of the Qur'an: Raison d'etre and Qutline" کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں خطاب کیا۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی نئی نسل اور غیر مسلموں کی عربی زبان سے عدم واقفیت کی وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ عالمی سطح پر ایک ایسا قرآنی انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جائے جس میں مستشرقین کے شکوک و شبہات سے بچتے ہوئے قرآنی تعلیمات مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے پیش کی جائیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ اس سلسلے میں ایک منصوبے کے تحت وسیع پیمانے پر اہلِ علم کے تعاون سے ایک قرآنی انسائیکلوپیڈیا کی تیاری شروع کر دی گئی ہے۔ انھوں نے اپنے لیکچر میں اس منصوبے کے بنیادی خدوخال بیان کیے۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس موقع پر مستشرقین کے متعصّبانہ رویّوں اور طریق کار پر شدید تنقید کی[۸۰] اور اس بات پر زور دیا کہ ان کے شکوک و شبہات کے ازالے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے عقائد کے مطابق قرآن کریم کی تعلیمات کو علمی انداز میں پیش کریں۔[۸۱] قرآنی انسائیکلوپیڈیا کا یہ منصوبہ سات جلدوں میں مکمل ہو گا، جن میں سے پہلی جلد ۲۰۱۳ء میں شائع ہو چکی ہے۔

اسی دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ اسلامی سماجی علوم کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی نے "مغربی اجتماعی علوم کا منہج: ایک تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے ادارے میں ایک مقالہ پیش کیا، جس میں انھوں نے کہا کہ مغربی سماجی علوم خصوصاً عمرانیات پر تجدد اور لادینیت کی گہری چھاپ ہے اور ان علوم میں جس منہج کو اختیار کیا گیا ہے وہ اہلِ مغرب کے مخصوص کائناتی تصور سے ماخوذ ہے۔ اس منہج کی بنیاد تجربہ و مشاہدہ پر ہے، جس کی وجہ

۷۹- نفس مصدر، ش ۲۰، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۷ء، ۸؛
www.iiu.edu.pk/news/november_07.html.

۸۰- تفصیل کے لیے دیکھیے:
Muzaffar Iqbal, "The Qur'an, Orientalism and The Encyclopedia of the Qur'an," *Journal of Qur'anic Research and Studies* 3, no. 5 (2008); later published as Iqbal, *The Qur'ān, Orientalism and the Encyclopeadia of the Qur'ān* (Kuala Lumpur: Islamic Book Trust, 2009); Iqbal, "The Integrated Encyclopedia of the Qur'ān," *Islam and Sciene* 8, no. 1 (2010): 33-48.

۸۱- **اخبارِ تحقیق**، ش ۲۱، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۸ء، ٦؛
www.iiu.edu.pk/news/february_08.html.

سے انسانی رویے کے بہت سے اہم باطنی اور جذباتی پہلو نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مغرب میں کلیسا کے خلاف بغاوت، مذہب اورالٰہیات سے بے زاری، اعلیٰ روحانی نصب العین سے محرومی، دائمی اخلاقی اقدار سے آزادی اور ہر مسئلہ کو خالص عقلی اور تجرباتی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش مغربی سماجی علوم کے خمیر میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ ان علوم کے ماہرین کے لیے ان مفروضات اور تعصّبات سے آزاد ہو کر حقائق کو کلی طور پر سمجھنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس منہج کا گہری بصیرت سے جائزہ لیا جائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں مستقل بالذات اسلامی منہج کی تحقیق کی بنیاد ڈالی جائے۔[۸۲]

پروفیسر محمد الغزالی کے مندرجہ بالا لیکچر کے کچھ ہی عرصہ بعد بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے معروف ماہر معاشیات پروفیسر ڈاکٹر اسد زمان نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ”مغربی اجتماعی علوم اوراداروں کے اسلامی متبادل کی تعمیر“ کے عنوان سے لیکچر دیا۔ اس لیکچر کو پروفیسر محمد الغزالی کے لیکچر کی توسیع بھی کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ ڈاکٹر اسد زمان نے بھی اس بات پر زور دیا کہ اسلام مغربی سماجی علوم کی اساسی فکر اوران کے بنیادی مفروضوں اور مقاصد سے متفق نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے نظریات کی بنیاد پر سماجی علوم کی ازسرِنو تشکیل کریں اور مغربی اصولوں پر قائم موجودہ اداروں کے متبادل اسلامی ادارے قائم کریں۔ مغربی معاشرتی علوم بالخصوص معاشیات کے مفروضات اوراصول ونظریات طبیعی علوم کے قوانین پر استوار کیے گئے ہیں، حالاں کہ طبیعی علوم کے قوانین کا اطلاق سماجی علوم میں نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے مزید کہا کہ مغربی سماجی علوم کے اصول ونظریات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خالص سیکولر نقطۂ نظر ان کی اساس کی حیثیت رکھتا ہے اوران کے منہج تحقیق پر ہمہ وقت اثرانداز ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک مغربی سماجی علوم کو اسلامیانے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ان کے درمیان جوہری اختلاف کی وجہ سے صرف جزئیات کی اصلاح کرنا کافی نہیں بلکہ ان علوم کے نئے نظری خاکے تیار کر کے ان کے مطابق نئے ادارے قائم کرنا ناگزیر ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر اسد زمان مغربی معاشیات کے متبادل اسلامی معاشیات کے خاکے کی تیاری میں مصروف ہیں۔[۸۳] اس سلسلے میں انھوں نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے انگریزی تحقیقی مجلے اسلامک اسٹڈیز میں تین اقساط پر مشتمل ایک مضمون بھی شائع کیا ہے۔[۸۴]

۸۲- **اخبارِ تحقیق**، ش۲۱، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء، ۶۔

۸۳- **نفس مصدر**، ش۲۳، جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ء، ۳۔

84– Asad Zaman, "Islamic Economics: A Survey of the Literature," *Islamic Studies* 48, no. 3 (2009): 395-424; 48, no. 4 (2009); 525-66; 49, no. 1 (2010): 37-63.

۱۰ اپریل ۲۰۰۸ء کو یونی ورسٹی آف ڈربن، جنوبی افریقہ کے شعبہ اسلامیات کے سابق ڈین ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے "مولانا سید سلیمان ندوی کی فکری تشکیل کے بنیادی عناصر" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر کی رائے میں دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کا اپنا علمی مقام اور اصولی مزاج تھا، جس کی وجہ سے ان سے وابستہ افراد طریق کار، خیالات، ذوق اور طرز زندگی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے، لیکن اس کے باوجود علامہ شبلی نعمانی کے شاگردِ رشید اور ندوۃ العلماء کے جلیل القدر فرزند سید سلیمان ندوی ایک دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی کے خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور کچھ ہی عرصے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے والد سید سلیمان ندوی کی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں یعنی علم وادب سے غایت درجہ شغف اور تزکیہ واحسان کی حد درجہ فکر پر روشنی ڈالنے کے لیے ان کے شبلی نعمانی سے گہرے ذہنی و قلبی تعلق اور مولانا اشرف علی تھانوی سے عقیدت واحترام کا تفصیلی ذکر کیا اور اپنے خیالات کی تائید کے لیے اپنے والد کی تحریروں اور مکتوبات سے جابجا اقتباسات پیش کیے۔(۸۵)

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر صدیق ارشد خلجی نے "اسلام میں انسانی عادات واعراف اور قضاء میں ان کی ضرورت واہمیت" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ مقالہ نگار نے بتایا کہ فقہائے کرام کے ہاں عرف بھی مصدر قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ اسلام صرف اس عرف وعادت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اعلیٰ اخلاقی قدروں کے منافی نہ ہو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی "حجۃ اللہ البالغہ" کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ انسانی تاریخ میں انبیائے کرام کی بعثت کا ایک بڑا مقصد اعلیٰ اقدار سے متصادم رسوم وعادات کی اصلاح کرنا تھا۔ وہ مفاسد سے پاک عادات کو قائم رکھتے اور غلط عادات کی اصلاح فرماتے۔ مقالہ نگار نے اپنے موقف کی تائید میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی متعدد مثالیں دیں۔(۸۶)

مارچ ۲۰۰۹ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے سوسائٹی فار قرآنک اسٹڈیز، کینیڈا کے اشتراک سے Entegrated Encyclopedia of the Qur'an کے بارے میں ایک تعارفی لیکچر کا انعقاد کیا، جس میں ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس منصوبے کی ضرورت واہمیت اور اس کی تکمیل کے طریق کار پر روشنی ڈالی۔(۸۷)

۸۵- **اخبارِ تحقیق**، ش ۲۲، اپریل تا جون، ۲۰۰۸ء، ۴؛
www.iiu.edu.pk/news/april_08.html.

۸۶- **اخبارِ تحقیق**، ش ۲۲، اپریل تا جون، ۲۰۰۸ء، ۴۔

87- www.iiu.edu.pk/news/march_09.html.

یکم تا ۳ اگست ۲۰۰۹ء کو "جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور اداروں" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سہ روزہ سیمی نار کے افتتاحی اجلاس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی، سابق صدر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے "برصغیر میں مطالعہ فقہ: ماضی، حال اور مستقبل" کے عنوان سے توسیعی خطبہ دیا تھا، جس میں انھوں نے دیگر اہم نکات پر گفت گو کے علاوہ عالم گیریت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ایسی فقہ عولمی (cosmopolitan *fiqh*) کی ضرورت پر زور دیا تھا، جو پوری امت مسلمہ کو سامنے رکھ کر مدون کی گئی ہو۔ اسی تصور کی مزید وضاحت کے لیے ۱۵ اگست ۲۰۰۹ کو ادارہ تحقیقات اسلامی میں ان کے ایک علمی محاضرے کا اہتمام کیا گیا، جس میں انھوں نے فقہ عولمی کے خدوخال کی وضاحت کی اور اسے عالم گیریت کا لازمی نتیجہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک عالم گیریت اور ذرائع ابلاغ و مواصلات میں بے پناہ ترقی کی وجہ سے ایک علاقے کے مسلمان دوسرے خطوں کے مسلمانوں کے مسائل سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ انھوں نے عالم گیریت کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل و خطرات کی بھی نشان دہی کی اور غیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل کی طرف بھی توجہ دلائی۔ انھوں نے مزید کہا کہ معاصر دنیا کے ان مخصوص حالات کی وجہ سے مختلف میدانوں میں جو فقہ مرتب ہو رہی ہے، وہ کسی مخصوص فقہی مسلک کی پیروی سے بڑی حد تک آزاد ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بعض عرب اہل علم ڈاکٹر عبدالقادر عودہ اور مصطفی زرقا وغیرہ کے علمی کاموں کا بطور خاص حوالہ دیا۔[۸۸]

۲۰۰۹ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام اٹلی کی اورنیٹل یونی ورسٹی، نیپلز سے آئے ہوئے مہمان اسکالر ڈاکٹر صلاح الدین امین (ماسموبون) نے "اٹلی میں مطالعہ اردو" اور "اٹلی میں اقبال شناسی" کے موضوع پر دو لیکچر زدیے۔ فاضل مقرر نے اپنے لیکچرز میں اٹلی میں اردو زبان وادب کی تدریس، اقبال شناسی اور اسلام کو متعارف کرانے میں اٹلی کے اسکالر پروفیسر الیگزینڈر بوسانی کے کردار و خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔ پروفیسر بوسانی کئی بار پاکستان آئے اور انھوں نے مختلف موضوعات پر پاکستان کے علمی حلقوں سے خطاب کیا۔ انھوں نے علامہ محمد اقبال کی تصانیف اور ان کے افکار کو اٹلی کے علمی حلقوں میں متعارف کرانے میں بھی اہم کردار ادا کیا اور انھی کی بدولت اٹلی میں ان شعبوں میں تحقیق اور مطالعہ کا رجحان پیدا ہوا۔ فاضل مقرر نے اطالوی شاعر دانتے کی Divine Comedy اور اقبال کے جاوید نامے کا ذکر کیا اور بتایا کہ دونوں شاعر واقعہ معراج سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اٹلی کے محققین نے اقبال کی

۸۸- سعدیہ تبسم، "جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے"، ۱۳۲؛ **اخبار تحقیق**، ش ۲۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء، ۴۔

"تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کا بھی مطالعہ کیا اور مذاہب کی تاریخ اور عہد جدید کے مفکرین کے نظریات کے تناظر میں اس کا تجزیہ کیا ہے، تاہم ابھی تک اٹلی میں اقبال شناسی کی روایت مضبوط نہیں ہو سکی۔ (۸۹)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام اوساکا یونی ورسٹی، جاپان کے معروف اسکالر پروفیسر سویامانے یاسر نے "Islamic Moderate Trends in South Asia" کے عنوان سے ۲۰۰۹ء میں ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے جنوبی ایشیا کی فکری اور جغرافیائی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں کی اہم فکری شخصیات اور اسلامی تحریکوں کا ذکر کیا، جن میں شاہ ولی اللہ کی احیاے اسلام کی تحریک، سر سید کی علی گڑھ تحریک اور دیوبند کی تحریک زیادہ نمایاں ہیں، جنھوں نے نہ صرف اس خطے کے مسلمانوں کو متاثر کیا بلکہ ان کے اثرات پوری مسلم دنیا میں محسوس کیے جاتے ہیں۔ فاضل مقرر نے جنوبی ایشیا کی اہم شخصیات مثلاً سر سید احمد خان اور علامہ اقبالؒ کے علاوہ شرق اوسط کے اہم مسلم مصلحین جیسے شیخ یوسف القرضاوی، محمد عبدہ، فرید وجدی اور رشید رضا کے افکار پر بھی روشنی ڈالی۔ مزید برآں انھوں نے روشن خیالی کے فروغ میں ذرائع ابلاغ کے کردار کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف رسائل ومجلّات مثلاً "المنار"، "المنیر"، "صراط مستقیم" اور "تہذیب الاخلاق" کا بھی ذکر کیا۔ (۹۰)

۸ اپریل ۲۰۱۰ء کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ تاریخ کی لیکچرر رافعہ ریاض نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے زیرِ تحقیق موضوع "Arab Migration to Iraq and Transformation of Socio-Economic Structure, 632-750 CE" کے بارے میں ادارے کے محققین کے سامنے اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کیا۔ اس علمی محفل کی صدارت این، آئی، ایچ، سی، آر (NIHCR)، قائد اعظم یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ڈائریکٹر ڈاکٹر خرم قادر نے کی۔ فاضلہ محققہ نے پہلی صدی ہجری میں عرب مسلمانوں کے عراق کی طرف ہجرت کے سماجی ومعاشی اثرات کا جائزہ لیا۔ پی ایچ ڈی کی تکمیل کے بعد موصوفہ نے اس تحقیق سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ ادارے کے انگریزی مجلے اسلامک اسٹڈیز کے لیے پیش کیا، جو اس مجلے میں شائع ہو چکا ہے۔ (۹۱)

۸۹۔ **اخبار تحقیق**، ش ۲۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء، ۵۔

۹۰۔ **نفس مصدر**، ش ۲۸، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۹ء، ۸۔

91. Rafia Riaz "The Role of State in Regulating Migration: A Study of the Arab Migration to Iraq 632-750 CE," *Islamic Studies* 51, no. 4 (2012): 423-44.

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ انگریزی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر احسان الرحمٰن نے ۲۱ اپریل ۲۰۱۰ء کو "Morpho-Phonemic Templates in Surah Yusuf" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے جدید لسانیات کے نظریات کی روشنی میں سورہ یوسف کے شروع کے حروف مقطعات اور اس سورت میں مذکور دیگر کئی الفاظ کے درمیان ربط و تعلق کے بارے میں اپنے علمی خیالات کا اظہار کیا۔

۳ اور ۴ مئی ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، انڈیا کے شعبہ تاریخ کی ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر گلفشاں خان نے بالترتیب "Copernicus to Newton: Indo-Muslim Elite's Perception of European Science and Technology" اور "Ulama and Dehli Madarasah: A Forgotten Page in Indian Muslim Education" کے عنوان سے ادارے میں دو لیکچرز دیے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کے مسلمانوں کی علمی تاریخ اور اہل مغرب اور مغربی علوم کے بارے میں مسلمانانِ برصغیر کے خیالات و افکار کا مطالعہ ڈاکٹر گلفشاں خان کی تحقیق کا خصوصی موضوع ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر بہت سے مقالات اور کتابیں تحریر کی ہیں، جن میں سے *Indian Muslim Perceptions of the West during the Eighteenth Century* خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔[۹۲]

ڈاکٹر معین الدین ہاشمی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیرت و حدیث، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد نے ۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کو "مطالعہ سیرت کی مختلف جہات: فقہ السیرۃ" کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک مقالہ پیش کیا۔ فاضل مقرر نے سیرت نبوی کے مطالعہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فقہ السیرۃ اور مصادر السیرۃ کے بارے میں خصوصی طور پر اپنے نتائج فکر کا ادارے کے محققین کے ساتھ تبادلہ کیا۔

۲۳ جون ۲۰۱۰ء کو یونی ورسٹی آف کوپن ہیگن، ڈنمارک کی ڈاکٹر عظمی رحمان نے "Spiritual Power and Threshold Identities: The Mazars of Syed Pir Waris Shah and Shah Abdul Latif Bhatai" کے موضوع پر لیکچر دیا اور برصغیر کے صوفی کلچر میں صوفیاے کرام کے مزارات کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

محمد اسلام، ریسرچ ایسوسی ایٹ، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۳ اگست ۲۰۱۰ء کو اپنے ایم فل کے زیرِ تحقیق موضوع "مسلم علمی روایت میں انجیل کا تصور: ایک توضیحی اور تجزیاتی مطالعہ" کے بارے میں رفقاے ادارہ

92. Gulfishan Khan, *Indian Muslim Perceptions of the West during the Eighteenth Century* (Karachi: Oxford University Press, 1998).

کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا اور قرآن کریم میں مذکور انجیل اور عیسائیوں کے ہاں متداول اناجیل کے بارے میں مسلم مفسرین، مؤرخین اور متکلمین کی آراء کا جائزہ پیش کیا۔ بعد ازیں موصوف کو اس تحقیق کی تکمیل پر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے ایم فِل کی ڈگری عطا کی گئی۔

۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء کو یونی ورسٹی آف ایرفرٹ، جرمنی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر جمال ملک نے "Identity Formation and Education of Values: The Process of Shaping a New Islam in Germany" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اپنی گفت گو میں فاضل محقق نے جرمنی میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال کا جائزہ پیش کیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ جرمنی کے مسلمان کس طرح اقدار کی تعلیم کے ذریعے ایک نئی شناخت حاصل کر رہے ہیں۔

لاہور یونی ورسٹی آف منیجمنٹ سائنسز (LUMS)، لاہور کے ڈاکٹر صبیح انور نے ۱۵ فروری ۲۰۱۱ء کو "امام غزالی کے نزدیک اسلام اور سائنس کا تصادم" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے امام غزالی کی عقلی و سائنسی علوم پر نقد کا جائزہ لیا۔ ۲۳ فروری ۲۰۱۱ء کو ڈاکٹر تنویر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "اندلس کے فقہی مسائل (بارہویں تا سولہویں صدی عیسوی) ایک جائزہ" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ یہ لیکچر دراصل فاضل محقق کے ایک نسبتاً وسیع تحقیقی منصوبے کا حصہ تھا، جس میں وہ مسلم اقلیتوں کے مسائل پر تحقیق کر رہے تھے۔ اس لیکچر میں فاضل محقق نے فقہ اور تاریخ کی کتابوں کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی کہ اندلس پر عیسائیوں کے قبضے کے بعد وہاں پر موجود مسلمانوں نے مختلف فقہی مسائل خصوصاً دارالحرب میں مسلمانوں کے قیام کو کس طرح دیکھا۔

ڈاکٹر مصباح الاسلام، یونی ورسٹی آف اوٹاوا، کینیڈا نے ۲۲ اپریل ۲۰۱۱ء کو "Decline of Muslim States and Societies" کے موضوع پر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کی زیر صدارت لیکچر دیا اور ۲۱ جون ۲۰۱۱ء کو ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالا کے مدیر عمار خان ناصر نے "فہم حدیث میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا منہج" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

احمد خالد حاتم، لیکچرر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۲ جولائی ۲۰۱۱ء کو "مقاصد شریعت کی نئی جہتیں: ایک تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے ادارے میں ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے بتایا کہ دورِ حاضر میں فقہ اسلامی کی مباحث میں مقاصد شریعت کو کافی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ چناں چہ معاصر اہل علم میں سے یوسف القرضاوی، طاہر بن عاشور، احمد الریسونی، نجات اللہ صدیقی اور محمد خالد مسعود کی اس موضوع پر گراں قدر تحریریں موجود ہیں۔ تاہم فاضل مقرر کے نزدیک مقاصد شریعت کے مفہوم اور طریق کار کو سمجھنے کے لیے امام غزالی کے اس

نظریے کا جائزہ لینا ضروری ہے جو انھوں نے نصوص کی تاویل و تشریح کے بارے میں پیش کیا اور مقاصد کو اس نظریے کا ایک حصہ گردانا ہے۔ دراصل امام غزالی نے اپنے سے پہلے فقہاے کرام کی آراء کو منظّم و مرتب کر کے انھیں ایک قابل عمل نظریے کے طور پر پیش کیا ہے۔ امام غزالی کی تصریح کے مطابق مقاصد شریعت کے نظریے میں مصلحت سے "منفعت کا حصول اور مضرت سے بچاؤ" مراد نہیں، بلکہ اس سے شریعت کے مقاصد کا تحفظ مراد ہے۔ مصلحت فی نفسہ مقصد شریعت نہیں بلکہ شریعت کا تحفّظ مصلحت ہے۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ امام غزالی کے نزدیک مقاصد شریعت میں درجہ بندی پائی جاتی ہے۔ مثلاً مصلحت عامہ کو مصلحت خاصہ پر، قطعی مقصد کو ظنی مقصد پر اور دینی مقصد کو دنیوی مقصد پر فوقیت حاصل ہے۔ [۹۳]

دسمبر ۲۰۱۱ میں ڈیوڈسن کالج، ڈیوڈسن، امریکہ کے پاکستانی نژاد اسکالر سید رضوان ضمیر نے "Rethinking the Academic Study of the 'Ulamā' Discourse" کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک علمی مقالہ پڑھا، جو بعد میں اسی عنوان سے ادارے کے انگریزی رسالے اسلامک اسٹڈیز میں شائع ہوا۔ [۹۴]

۶ جنوری ۲۰۱۲ء کو ڈاکٹر سید سلمان ندوی، سابق ڈین شعبہ اسلامیات، ڈربن یونی ورسٹی، ساؤتھ افریقہ نے "عصر حاضر کے جدید چیلنجز: تجزیہ و حل" کے موضوع پر لیکچر دیا، جب کہ محمد زبیر عباسی، پی ایچ ڈی اسکالر، اوکسفرڈ یونی ورسٹی، یوکے، نے ۱۰ اور ۱۲ جنوری ۲۰۱۲ء کو بالترتیب "An Inquiry into the Classical Islamic Law of Waqf in Search of Islamic Corporation" اور "Testing the Efficiency of Anglo-Mohammadan Law: The Story of the Waqf of Shares and Securities" کے عنوانات پر دو لیکچرز دیے۔ نو آبادیاتی ہندوستان میں انگریزی قانون اور فقہ اسلامی کا باہمی تعامل اور اس کے نتیجے میں اینگلو محمڈن لا کا ارتقا، اسلام کا قانون وقف اور پاکستان کے عائلی قوانین فاضل مقالہ نگار کی دل چسپی کا موضوع ہے، جس پر ان کی کئی تحریریں شائع ہو چکی ہیں۔ [۹۵]

۹۳– *اخبار تحقیق*، ش ۳۵، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء، ۴۔

94. Syed Rizwan Zamir, "Rethinking the Academic Study of the 'Ulamā' Discourse," *Islamic Studies* 53, no. 3-4 (2014): 145-74.

95– Muhammad Zubair Abbasi, "The Classical Islamic Law of Waqf: A Concise Introduction," *Arab Law Quarterly* 26, no. 2 (2012): 121-53; Abbasi, "Islamic Law and Social Change: An Insight into the Making of Anglo-Muhammadan Law," *Journal of Islamic Studies* 25, no. 3 (2014): 263-97; Abbasi, "Judicial *Ijtihad* as a Tool for Legal Reform: Extending Women's Right to Divorce under Islamic Law in Pakistan," *Islamic Law and Society* 24 (2017) 384-411.

۱۳ جولائی ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات اور شریعہ اکیڈمی نے ایک علمی محاضرے کا اہتمام کیا، جس میں ملائیشیا کے مہمان مقرر عمر ابراہیم ودلو نے "Towards Just Monetary System: Introducing Dirham and Dinar Currency" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔(۹۶)

۹ نومبر ۲۰۱۲ء کو علامہ اقبال کے ۱۳۵ویں یوم ولادت کے موقع پر ادارہ تحقیقات اسلامی اور اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ نے "اقبال کا فہم اسلام" کے موضوع پر ایک خصوصی علمی و فکری مجلس کا اہتمام کیا، جس میں معروف اقبال شناس اور ماہر اقبالیات ڈاکٹر ایوب صابر نے بطور مہمان مقرر کے کلیدی خطاب کیا۔(۹۷)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ کے اشتراک سے ۲۵ تا ۲۹ مارچ ۲۰۱۳ کو خطباتِ سیرت کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام میں برصغیر پاک وہند کے معروف سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے سیرت نگاری کے مختلف موضوعات پر پانچ خطبات دیے۔(۹۸) یہ خطبات تدوین اور مصنف کی نظر ثانی کے مراحل سے گزرنے کے بعد "خطبات سیرت: مصادر سیرت کا تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں۔(۹۹)

۶ جولائی ۲۰۱۳ء کو ڈاکٹر احسان الرحمٰن صاحب، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ انگریزی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے "A Stylistic Approach to Huruf Muqatta‘at in the Qur’an" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ فاضل محقق نے مختلف قرآنی سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات اوران سورتوں میں مذکور مختلف الفاظ واصطلاحات کے درمیان پائے جانے والے ربط پر گفت گو کی۔ یہ لیکچر دراصل فاضل محقق کے سابقہ لیکچر مؤرخہ ۲۱ اپریل ۲۰۱۰ء کی توسیع تھی، جس میں انھوں نے صرف سورۃ یوسف کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا تھا۔

۱۹ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "The Principles of the Qur’an for Its Own Understanding" کے موضوع پر لیکچر دیا، جس میں انھوں نے ان اصولوں

96- www.iiu.edu.pk/?page-id=11084.

97- www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/2012/november/iqbal_Day_061112.jpg.

۹۸- **اخبار تحقیق**، خصوصی شمارہ ۲۰۱۳، ۲-۳۔

۹۹- محمد یاسین مظہر صدیقی، **خطبات سیرت: مصادر سیرت کا تجزیاتی مطالعہ** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۷ء)۔

پر روشنی ڈالی جو خود قرآن کریم نے قرآن فہمی کے لیے بیان کیے ہیں۔ فاضل مقرر نے یہ مقالہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ فار فیلوسوفیکل فاؤنڈیشنز آف ڈسپلنز کے زیر اہتمام انقرہ میں ۳ تا ۵ مئی ۲۰۱۳ کو منعقد ہونے والی ایک بین الاقوامی قرآن کانفرنس کے لیے لکھا تھا۔(۱۰۰) کانفرنس میں مقالہ پیش کرنے کے بعد پروفیسر غزالی نے رفقاے ادارہ تحقیقات اسلامی کے ساتھ بھی اس موضوع پر تبادلۂ خیال کیا۔ یہ مقالہ ترکی کے ایک تحقیقی مجلے میں شائع ہو چکا ہے۔(۱۰۱)

ڈاکٹر عصمت اللہ، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۹ دسمبر ۲۰۱۳ء کو "جنس جنین کا انتخاب: جدید سائنس اور فقہ اسلامی کی روشنی میں" کے موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ بعدازیں یہ تحقیقی مقالہ ادارے کے تحقیقی مجلے فکر و نظر میں شائع ہوا۔(۱۰۲)

۲ جنوری ۲۰۱۴ء کو پروفیسر ڈاکٹر اظہر عبدالقیوم، ایم بی بی ایس ایم سی، میرپور، آزاد جموں وکشمیر نے "The Qur'an, Hadith, and Embryology" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مختلف مراحل کے بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات پر گفت گو کی اور اس مشہور راے کا ناقدانہ جائزہ لیا، جس کے مطابق چوں کہ جنین میں ۱۲۰ دن بعد روح پھونکی جاتی ہے، اس لیے ناگزیر صورت میں ۱۲۰ دن سے پہلے پہلے اسقاطِ حمل کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ فاضل مقرر کی نظر میں یہ مشہور راے صحیح بخاری و صحیح مسلم(۱۰۳) کی ایک روایت کی غلط تشریح پر مبنی ہے، جس کے مطابق مثل ذلک سے چالیس دن کا دورانیہ مراد لیا گیا ہے، جب کہ فاضل محقق کی راے میں اس سے علقہ اور مضغہ کی تخلیق کی تکمیل مراد ہے۔ فاضل مقرر کے نزدیک جنین میں ۴۰ یا ۴۲ دن کے بعد روح پھونک دی جاتی ہے، لہٰذا ۱۲۰ دن سے پہلے حمل کے اسقاط کی اجازت دینا ایک انسانی جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔(۱۰۴)

۱۰۰۔ **اخبار تحقیق**، خصوصی شمارہ ۲۰۱۳، ۱۴۔

101– Muhammad al-Ghazali, "The Principles of the Qur'an for Its Own Understanding," *İlim Dünyasi* 6 (2014): 1-11.

۱۰۲۔ عصمت اللہ، "**بچے کی جنس کا انتخاب: فقہ اسلامی کی روشنی میں**"، **فکر و نظر**، ج ۵۱: ۴ (۲۰۱۴ء)، ۹۱-۱۱۹۔

۱۰۳۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم صلوٰت الله عليه وذريته؛ مسلم بن حجاج، صحيح مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمی فی بطن أمه وكتابة رزقه وأ جله وعمله وشقاوته وسعادته.

۱۰۴۔ اس موضوع کے علمی جائزے کے لیے دیکھیے:

Mohammed Ghaly, "Human Embryology in the Islamic Tradition: The Jurists of the Post-Formative Era in Focus", *Islamic Law and Society* 21, no. 3 (2014): 157-208.

۶فروری۲۰۱۴ء کو بلال احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، کلیۃ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے "اصولِ حدیث اور روبن جارج کولنگ ووڈ کا فلسفہ تاریخ: ایک تعارف" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ جس میں فاضل مقرر نے کولنگ ووڈ کے فلسفہ تاریخ اور اصول حدیث کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ ۲۴اپریل۲۰۱۴ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر مبین احمد صدیقی نے "قرآنی وحی کے بارے میں ولیم مونٹگمری واٹ کے افکار و نظریات: ایک تنقیدی جائزہ" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ شریعہ کونسل، یوکے، کے سیکرٹری ڈاکٹر صہیب حسن نے ۱۹مئی ۲۰۱۴ء کو "یورپ میں مسلم اقلیتوں کے مسائل" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے یورپ میں مسلمانوں کے نکاح و طلاق، رؤیت ہلال اور طویل ایام میں رمضان کے روزوں کے مسائل پر گفت گو کی۔ نیز انھوں نے برطانیہ میں مسلمانوں کے مسائل کے حل میں شریعہ کونسل، یوکے، کے کردار پر بھی روشنی ڈالی۔ فاضل مقرر نے اس سے پہلے ۶جون ۲۰۰۱ء کو بھی اسی موضوع سے متعلق ایک لیکچر ادارے میں دیا تھا۔

۱۹جون ۲۰۱۴ء کو انڈین مسلم اسکالر توصیف احمد پارے جو ان دنوں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ذیلی ادارے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ میں اقبال فیلو کے طور پر مصروف تحقیق تھے، نے "بیسویں صدی کی چند اہم کتب تفسیر کی روشنی میں شوریٰ کا تصور" کے موضوع پر اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کیا۔

ڈاکٹر تنویر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۴/اکتوبر ۲۰۱۴ء کو "غیر مسلم ممالک کی شہریت کا حصول: ایک تاریخی اور فقہی جائزہ" کے موضوع پر گفت گو کی۔ اپنے اس لیکچر میں فاضل مقرر نے مسلم تاریخ اور کتب فقہ کی روشنی میں دورِ حاضر میں غیر مسلم ممالک کی شہریت حاصل کرنے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے رہائش اختیار کرنے کے بارے میں فقہی آراء کا جائزہ لیا۔ یہ لیکچر دراصل مسلم اقلیات کے بارے میں فاضل محقق کے وسیع تر تحقیقی منصوبے کا حصہ اور ۲۳فروری ۲۰۱۱ء والے ان کے گذشتہ لیکچر کا تسلسل تھا۔ ۲۹اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے پروفیسر ڈاکٹر شہزاد اقبال شام "پاکستان کے دستورِ اسلامی کا سفر تاریخی تناظر میں" کے موضوع پر لیکچر دیا۔

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ اسلامی فکر کے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی نے ۱۹مارچ ۲۰۱۵ء کو "مؤخر ادائیگیوں پر افراط زر کے اثرات: شرعی نقطۂ نظر" کے موضوع پر ایک علمی محاضرہ پیش کیا۔ فاضل محقق کی رائے میں افراطِ زر دورِ حاضر کا ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، تاہم مسلم ممالک میں اس مسئلے کی سنگینی اور بھی زیادہ ہے، کیوں کہ ان میں اس کی شرح ترقی یافتہ ممالک کی بہ نسبت بہت بلند ہے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ افراطِ زر کی بلند شرح مؤخر ادائیگیوں کی صورت میں انسانی حقوق، اسلام کے نظام عدل اور

مقاصد شریعت کی مخالفت کا سبب بنتی ہے، جس کا واحد حل فاضل محقق کی راے میں مؤخر ادائیگیوں کو افراطِ زر کے اشاریے کے ساتھ مربوط کرنا ہے۔ انھوں نے اپنے مؤقف سے اختلاف رکھنے والے اہل علم کے دلائل اور اعتراضات کا جواب بھی دیا۔[۱۰۵] فاضل مقرر نے اس موضوع پر متعدد تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔[۱۰۶] ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اسی موضوع پر ان کی ایک کتاب بھی شائع کی ہے۔[۱۰۷]

۲۶ مئی ۲۰۱۵ء کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد شریعہ و قانون فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر نے "Principle of Legality in Islamic Criminal Justice System" کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ فاضل محقق کی راے میں اسلامی قانون فوجداری میں اصول مشروعیت مدعی علیہ کے حقوق کے حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اصول دو مفروضوں پر مبنی ہے: (الف) قانون کے بغیر کوئی عمل جرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ (ب) قانون کے بغیر کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ان دو مفروضوں کا فطری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فوجداری قانون کا نفاذ زمانہ گذشتہ سے مؤثر (retroactive) نہ ہو۔ اکثر ماہرین قانون کی راے میں اصول مشروعیت ایک قطعی امر ہے۔ تاہم ڈاکٹر منیر کے نزدیک اس میں بعض استثناءات بھی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جرم ریاست کے امن وامان کی صورت حال کے لیے خطرے کا باعث ہو یا قانون کا زمانہ گذشتہ سے نفاذ فرد کی بجائے پورے معاشرے کے مفاد میں ہو تو ایسے حالات میں فوجداری قانون کا زمانہ گذشتہ سے نفاذ کیا جا سکتا ہے۔ لعان اور قذف میں ایسی ہی صورت حال پیش آئی تھی۔ فاضل مقرر کی راے میں اصول مشروعیت اسلامی قانون کے خلاف نہیں ہے۔ اس اصول کا مقصد مدعی علیہ کے بنیادی حقوق کی حفاظت ہے۔ پروفیسر منیر کے خیال کے مطابق کلاسیکی کتب فقہ میں اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں پر مستقل حیثیت سے زیادہ زور نہیں دیا گیا۔ جن اصولوں

۱۰۵- پروفیسر ہاشمی کے نقطہ نظر سے اختلاف رکھنے والے اہل علم کی راے کے لیے دیکھیے: محمد تقی عثمانی، ''کرنسی کی قوت خرید اور ادائیگیوں پر اس کے شرعی اثرات'' از **فقہی مقالات**، مرتب عبد اللہ میمن (کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، ۱: ۵۲-۷۸۔

۱۰۶- شاہ محی الدین ہاشمی، ''مسئلہ افراط زر اور اسلام کا نظریہ استحکام قدر زر''، **فکر و نظر**، ۳۲ : ۳ (۱۹۹۵ء)، ۴۹-۶۱؛ ہاشمی، ''کاغذی زر کی نقدی حیثیت: اسلام کا نظریہ تامین قدر اور اشاریہ بندی''، **فکر و نظر**، ۳۲ : ۴ (۱۹۹۵ء)، ۲۹-۴۵؛ ہاشمی، ''قدر زر کے مختلف النوع تغیرات: فقہی آراء کی روشنی میں''، **فکر و نظر**، ۳۳ : ۱ (۱۹۹۵ء)، ۳۹-۴۹؛ ہاشمی، ''قرضوں کی اشاریہ بندی: اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے کام کا جائزہ''، **معارف اسلامی**، ۷ : ۱ (۲۰۰۷ء)، ۵۵-۱۰۱۔

۱۰۷- ہاشمی، **مؤخر ادائیگیوں پر افراط زر کے اثرات: شرعی نقطۂ نظر** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۴ء)۔

کا ذکر ملتا ہے وہ یا تو مختلف ابواب میں منتشر طور پر پائے جاتے ہیں یا انھیں فقہی عبارات سے مستنبط کیا جاتا ہے۔ فاضل محقق نے اپنی گفت گو کا اختتام اس نتیجے پر کیا کہ اسلامی قانون میں اصول مشروعیت کا تسلیم کیا جانا اس بات کا غماز ہے کہ اسلام کا قانون فوجداری ابتدا ہی سے اعلیٰ معیار کا حامل تھا۔

فرینکلن اینڈ مارشل کالج، لانکاسٹر، امریکہ کے اسسٹنٹ پروفیسر شیر علی ترین نے ۳۰ دسمبر ۲۰۱۵ء کو "شمالی امریکہ میں دراسات اسلامی کی صورت حال پر ایک تبصرہ" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ ڈاکٹر ترین کے مطابق مغربی علمی دنیا میں علومِ اسلامیہ کا مطالعہ مختلف مراحل سے گزرا ہے۔ مغربی دنیا میں اسلام سے متعلق تحقیقات کا آغاز مستشرقین نے کیا ہے، جو عام طور پر مشرقی زبانوں کے ماہر تھے اور ان کی تحقیقات اسلامی متون کے دقیق مطالعے پر مبنی ہوتی تھیں، تاہم اب مغربی ماہرین اسلام کی تحقیقات کا ارتکاز اسلامی متون کے مطالعے سے مسلم معاشروں کے حالات اور ان کے ذاتی تجربات کے مطالعے کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ فاضل محقق نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ آج سے بیس تیس برس پہلے شمالی امریکہ میں علوم اسلامیہ کے اساتذہ کی اکثریت غیر مسلم تھی، لیکن اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے اور ان کی اکثریت مختلف قسم کے پسِ منظر رکھنے والے مسلم اساتذہ پر مشتمل ہے۔ تاہم وہاں کے معروضی حالات کی وجہ سے انھیں علومِ اسلامیہ کی تنقیدی انداز سے تدریس کی صلاحیت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ترین نے اس بات پر زور دیا کہ اہلِ علم کو مسلم علما کے متون اور ان کے طرزِ استدلال کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ انھوں نے پروفیسر طلال اسد اور ان کے شاگردوں کے علوم اسلامیہ کے بارے میں امریکی رجحانات پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا۔ اپنے علمی محاضرے کے اختتام پر فاضل محقق نے اسلام کے بارے میں امریکی تحقیقات کے سلگتے موضوعات کی طرف اشارہ کیا جن میں خواتین کے حقوق اور جینڈر ایشوز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر ابوربیع نے بھی ادارے میں "شمالی امریکہ میں مطالعۂ اسلام" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا تھا۔

۶ مئی ۲۰۱۶ء کو پاکستان میں اسپین کے سفیر جناب کارلوس مورالیس (Carlos Morales) نے "Islam in Europe and the European Union" کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک لیکچر دیا، جس میں انھوں نے بتایا کہ یورپین یونین کے پاکستان کے ساتھ مضبوط سفارتی، اقتصادی اور تجارتی تعلقات ہیں۔ یورپین یونین پاکستانی برآمدات کے لیے دنیا کی تیسری سب سے بڑی تجارتی منڈی ہے اور یورپین یونی ورسٹیاں ہر سال سو سے زائد پاکستانی طلبا و طالبات کو تعلیمی وظائف فراہم کرتی ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ایک لاکھ سے زائد پاکستانی یورپین یونین میں شامل مختلف ممالک کے اہم شعبوں میں گراں قدر خدمات سرانجام

دے رہے ہیں۔ نیز انھوں نے پاکستان میں تعلیم، فلاح و بہبود، دیہی ترقی اور غربت کے خاتمے کے سلسلے میں یورپین یونین کے مختلف منصوبوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ (۱۰۸) تاہم یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مقرر نے یورپین یونین میں شامل ممالک میں اسلام کی صورت حال پر روشنی ڈالنے سے زیادہ پاکستان اور یورپین یونین کے سفارتی، تعلیمی اور اقتصادی تعلقات پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ قرآنیات کے زیر اہتمام علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، انڈیا کے پروفیسر ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے "حمید الدین فراہی کا نظم قرآن اور اس کی معنویت" کے عنوان سے ۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو ادارے میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے مولانا حمید الدین فراہی کے خاندانی پس منظر، علمی کاموں اور نظم قرآن کے نظریے پر سیر حاصل گفت گو کی۔ ڈاکٹر اصلاحی کے نزدیک مولانا فراہی کے فکری ارتقا کو تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (الف) علی گڑھ میں قیام۔ (ب) جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن میں قیام۔ (ج) مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ، انڈیا سے وابستگی۔ مولانا فراہی نے علی گڑھ میں قیام کے دوران ہی قرآن کریم میں تدبر و تفکر شروع کر دیا تھا۔ وہ سر سید احمد خان کی فکر سے بھی متاثر تھے، تاہم اپنی تفسیر میں انھوں نے کئی مقامات پر سر سید کی رائے سے اختلاف بھی کیا۔ (۱۰۹) فاضل مقرر مولانا فراہی کی تفسیری خدمات سے متعلق ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں۔ (۱۱۰)

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ملائیشیا کے شعبہ تاریخ و تہذیب کے پروفیسر ڈاکٹر عبد اللہ الاحسن نے "Iqbal's Dream and Today's Reality: Some Reflections on Iqbal's Speech at Allahabad" کے عنوان سے ۳۰ مارچ ۲۰۱۷ء کو ادارے میں ایک توسیعی خطبہ دیا۔ جس میں انھوں نے کہا کہ علامہ محمد اقبال کا خطبہ الٰہ آباد مسلم قومیت کی تشکیل میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جدید قومی ریاستوں کے نظریے کا قومیت کے مسلم نقطۂ نظر سے تقابل کرتے ہوئے انھوں نے مسلم ریاست کے بارے میں اپنے آباءواجداد کے نظریہ قومیت کی طرف مسلسل رجوع کرتے رہنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر عبد اللہ الاحسن کی رائے میں یہ طرزِ عمل پاکستان جیسے مسلم ملک کو مزید قومی ریاستوں کی صورت میں بکھرنے سے محفوظ رکھے گا۔ (۱۱۱)

108– "Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017)," 18-19.

109– http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2016/11/30/prof-dr-abdu-sufyan-islahi-aligarh-muslim -university-delivered-lecture/.

۱۱۰– ابوسفیان اصلاحی، **مولانا حمید الدین فراہی: محقق و مفسر** (علی گڑھ: ڈیپارٹمنٹ آف عربیک، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۲۰۰۷ء)۔

111– "Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017)," 23-24.

لایولایونی ورسٹی شکاگو، امریکہ کی پروفیسر ڈاکٹر مرسیا ہرمینسن نے "Muslim Theologians of Non-violence" کے عنوان سے ۷ اجولائی ۲۰۱۷ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک توسیعی خطبہ دیا۔ ڈاکٹر ہرمینسن نے عدم تشدد کے حوالے سے اسلام کے روحانی، مابعد الطبیعاتی اور فقہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ نیز انھوں نے دور جدید میں انڈیا، پاکستان، تھائی لینڈ، شام، سوڈان اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے ان سات ماہرین الٰہیات کی خدمات کو سراہا، جنھوں نے عدم تشدد کے حوالے سے علمی اور عملی دونوں میدانوں میں گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ فاضلہ مقررہ کی رائے میں علم الکلام کے بنیادی اصول مثلاً توحید، صبر، رحم دلی، پارسائی اور دیگر فقہی وکلامی اصول غیر مسلموں کے ساتھ پُرامن تعلقات کو فروغ دیتے ہیں۔ تمدنی جہاد (civic jihad) صبر و تحمل، ہم آہنگی اور پُرامن بقائے باہمی کا سبب بنتا ہے۔ انھوں نے اپنے خطبے کا اختتام اس نتیجے پر کیا کہ عدم تشدد کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے مسلمانوں کو اپنی روایت سے باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ عدم تشدد کی ثقافت کی ترویج کے لیے اسلامی تعلیمات ہی میں جامع رہ نمائی موجود ہے۔[۱۱۲] ڈاکٹر ہرمینسن کی اس موضوع سے متعلق ایک تحریر حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔[۱۱۳]

اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے علمی محاضرات کی تعداد اسی کے قریب ہے، تاہم یہ تعداد ممکنہ طور پر دستیاب معلومات پر مبنی ہے۔ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اگر ان محاضرات کا موضوعاتی اعتبار سے تجزیہ کریں تو موضوعات کا وسیع تنوع سامنے آتا ہے، تاہم جس موضوع پر سب سے زیادہ محاضرات پیش ہوئے وہ فقہ اسلامی ہے، جس کے محاضرات کی تعداد دس ہے۔ قرآن وعلوم القرآن اور فکر اسلامی بالترتیب نو اور آٹھ محاضرات کے ساتھ دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہیں۔ مغرب اور سیرت نبوی میں سے ہر ایک موضوع پر چھ چھ محاضرات ہوئے۔ پانچ محاضرات کے ساتھ مسلم تحریکات کے موضوع کا پانچواں درجہ ہے۔ مطالعہ مذاہب سے متعلق چار لیکچر ہوئے، جب کہ مسلم شخصیات، اسلام اور نفسیات، اسلام اور مغرب اور مغربی سماجی علوم پر نقد میں سے ہر موضوع پر تین تین محاضرات ہوئے۔ مزید برآں تعلیم، امریکہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس، بین المذاہب مکالمہ، طبی اخلاقیات اور تاریخ اسلام جیسے موضوعات پر دو دو محاضرات ہوئے۔

112– http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/08/04/iri-holds-lecture-on-muslim-theologians-of-non-violence/.

113– Marcia Hermansen, "Muslim Theologians of Nonviolence," in *Religion and Violence, The Logical and Pedagogical Muslim and Christian Reflections*, ed. E. Aslan and M. Hermansen (Wiesbanden: Springer VS, 2017), 147-62.

وہ موضوعات جن پر صرف کسی ایک صاحب علم نے اپنے نتائج فکر کا رفقائے ادارہ سے تبادلہ کیا ان میں تصوّف، اسلام اور سیاست، علوم الحدیث اور اردو ادب شامل ہیں۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں علمی محاضرات پیش کرنے والے اناسی محاضرین میں سے پندرہ ادارے سے وابستہ تھے، جب کہ دیگر چونسٹھ محاضرین نے بطور مہمان مقرر کے ادارے کے رفقا کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔ اگر قومی اور بین الاقوامی لحاظ سے دیکھیں تو ملکی محاضرین کی تعداد بتّیس اور غیر ملکی محاضرین کی تعداد سینتالیس بنتی ہے۔ غیر ملکی محاضرین کی تعداد کے لحاظ سے امریکہ کو گیارہ کے عدد کے ساتھ برتری حاصل ہے، جب کہ دوسرا درجہ انڈیا کا ہے، جس کے شہریوں نے ادارے میں نو دفعہ لیکچرز دیے۔ تیسرا درجہ برطانیہ کا ہے، جس کے پانچ مہمان مقررین نے ادارے میں علمی گفت گو کی۔ ملائیشیا اور کینیڈا چار چار محاضرین کے ساتھ چوتھے نمبر پر ہیں۔ جرمنی، ساؤتھ افریقہ، سوڈان اور اٹلی سے تعلق رکھنے والے فاضل محققین نے دو دو دفعہ ادارے میں علمی محاضرات پیش کیے۔ جب کہ ترکی، بنگلہ دیش، افغانستان، ڈنمارک، جاپان اور اسپین کے اہل علم نے بھی کم از کم ایک ایک دفعہ رفقائے ادارہ کے ساتھ علمی موضوعات پر گفت گو کی ہے۔

یہ بات واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے کہ ادارے میں علمی محاضرات پیش کرنے والوں کی غالب اکثریت مسلمان اہل علم پر مشتمل ہے، جب کہ اناسی مقررین میں سے صرف چھ کا تعلق دوسرے مذاہب سے ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جن سولہ ممالک کے فاضل مقررین نے ادارے میں محاضرات پیش کیے ان میں سے صرف چھ مسلم اکثریتی ممالک ہیں، جب کہ بقیہ دس ممالک میں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ محاضرات کی اوسط سالانہ چار سے پانچ محاضرات ہیں جو کہ زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیکرٹری سیمینارز کے کردار کو فعال کیا جائے اور ہفتہ وار یا ماہانہ سیمینارز کے سلسلے کو باقاعدہ اور منظم طریقے سے جاری رکھا جائے۔ نیز ان محاضرات میں پیش کردہ افکار و خیالات کو ضبط تحریر میں لا کر ان کی ترویج و اشاعت کا مناسب انتظام بھی کیا جائے۔

پریزینٹیشنز، مباحثے اور مذاکرے

لیکچرز اور علمی محاضرات کے علاوہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ایک اہم سرگرمی پریزینٹیشنز اور علمی مباحثوں کا اہتمام بھی ہے۔ اس علمی سرگرمی کے تحت اصحاب علم و فن کسی علمی یا فنی نوعیت کے موضوع پر مفید معلومات فراہم کرتے ہیں یا پھر کسی سلگتے ہوئے موضوع پر اجتماعی بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے ہیں۔ ذیل میں

گذشتہ چند برسوں کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے مختلف مباحثوں اور پریزینٹیشنز کا اجمالی طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۷مئی ۲۰۰۱ء کو بریگیڈیئر (ر) اقبال شفیع ، چیئرمین، سرسید میموریل سوسائٹی، اسلام آباد نے "تحریک پاکستان: چند یادیں" کے عنوان سے اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کیا۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے لیکچرر جناب محمد احمد منیر نے ۲۰۰۷ء میں جاسر عودۃ کی کتاب **فقه المقاصد: إناطة الأحكام الشرعية بمقاصدها** پر تبصرہ پیش کیا۔ کتاب کا تعارف کراتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ مصنف نے اس کتاب میں مقاصد شریعت کی روشنی میں نصوص شرعیہ سے استنباطِ احکام کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب چار فصول اور متعدد ذیلی مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں مصنّف نے مقاصد شریعت کی تعریف اور عہد نبوی اور عہد صحابہ و مجتہدین کی روشنی میں اجتہادی مسائل کے ساتھ ان کے تعلق کی نوعیت واضح کی ہے۔ دوسری فصل میں مصنّف نے مقاصد شریعت کو احادیث صحیحہ کے درمیان تعارض کی صورت میں فقہائے کرام کے اصول ترجیح کے متبادل منہج کے طور پر پیش کیا ہے۔ تیسری فصل میں مصنّف نے محض رائے کی بنا پر بعض نصوص کو منسوخ قرار دینے کی بجائے کسی مسئلے سے متعلق تمام نصوص سے مقاصد شریعت کی روشنی میں استفادہ کرنے کا طریق کار پیش کیا ہے۔ آخری فصل میں مصنّف نے مقاصد شریعت کے اصول وضوابط کا مسلم اقلیات کے بعض مسائل پر انطباق کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں سے تین مسائل قابل ذکر ہیں: (الف) غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے قیام کا حکم (ب) غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے پُرامن تعلقات کا حکم (ج) کافر میاں بیوی میں سے بیوی کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں اس کے کافر خاوند کے ساتھ رہنے کا حکم۔[۱۱۴] آخری مسئلے کے بارے میں ڈاکٹر جاسر عودہ کی رائے یہ ہے کہ اگر عورت اور اس کی اولاد کو نکاح فسخ ہونے کی صورت میں شدید ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو مقاصد شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عورت کو کافر خاوند سے نکاح کو برقرار رکھنے یا علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار دیا جانا چاہیے۔[۱۱۵]

۱۹مئی ۲۰۱۰ء کو "Discussion on Humanitarian Law" کے عنوان سے ایک مباحثہ ہوا جس میں ڈاکٹر عصمت اللہ، سربراہ شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، محمد مشتاق، اسسٹنٹ پروفیسر، فیکلٹی

۱۱۴- **اخبار تحقیق**، ش ۱۷، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء، ۷۔

۱۱۵- جاسر عودۃ، **فقه المقاصد: إناطة الأحكام الشرعية بمقاصدها** (ہیرندن: المعهد العالمى للفكر الاسلامى، ۲۰۰٦)، ۲۰۹۔

آف شریعہ اینڈ لا، آئی آئی یو آئی اور صلاح الدین، آئی سی آر سی نے شرکت کی۔ ۲۴ مئی ۲۰۱۰ء کو اسکندریہ لائبریری، اسکندریہ، مصر کے مشیر جناب صلاح الدین الجوہری نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے رفقاے تحقیق سے اجتماعی ملاقات کی اور ان کے سامنے اسکندریہ لائبریری کا تعارف اور اس کی خدمات کی تفصیلات پیش کیں۔ اس ملاقات میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور اسکندریہ لائبریری کے درمیان علمی تعاون کے مختلف پہلوؤں پر بھی غور کیا گیا۔ یہ اجلاس دراصل مکتبہ اسکندریہ اور بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے درمیان علمی روابط کے فروغ کی ان کوششوں کا تسلسل تھا، جن کے ضمن میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کے سربراہ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے مکتبہ اسکندریہ کا دورہ کیا اور باہمی مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے۔[۱۱۶] ۹ جون ۲۰۱۰ء کو ڈاکٹر محمد اکرم، سربراہ شعبہ معاصر اسلامی فکر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "Some Reflections on the Enterprise of Research" کے موضوع پر ایک پریزینٹیشن دی، جس میں انھوں نے تحقیق کی ضرورت واہمیت اور اس کے طریق کار کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اپنے تجربات اور خیالات کا رفقاے ادارہ کے ساتھ تبادلہ کیا۔ ۸ جولائی ۲۰۱۰ء کو لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور کے عتیب گل نے ڈاکٹر شہاب احمد کی مدون کردہ کتاب *Ibn Taymiyya and His Times*[۱۱۷] کا تعارف اور اس پر نقد و تبصرہ پیش کیا۔ ۱۴ جولائی ۲۰۱۰ء کو ڈاکٹر تنویر احمد صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "Recent Legal Debates on Muslim Minorities: A Comparative Study of European Council of Fatwa and Research and Islamic Fiqh Academy" کے موضوع پر ایک خاکہ تحقیق پیش کیا، جس میں انھوں نے موضوع کا تعارف کرایا اور اس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی۔ شرکائے نشست نے اس تحقیقی منصوبے کی تحسین کی اور اس کی بہتری کے لیے مفید تجاویز دیں۔ ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء کو جناب احمد خالد حاتم، لیکچرار، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے Fiqh al-Jihad: A Comparative Analysis of Its Ahkam and Philosophy in the Light of the Qur'an and Sunnah کے موضوع پر گفت گو کی۔ یہ گفت گو دراصل پروفیسر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب فقہ الجہاد پر نقد و تبصرہ تھا۔ ۲ اگست ۲۰۱۰ء کو شریعہ اینڈ لاء فیکلٹی کے اسسٹنٹ پروفیسر جناب مشتاق احمد صاحب نے Dr. Yusuf al-Qaradawi's Analysis of "Fiqh of the Extremists" کے موضوع پر

۱۱۶- **اخبارِ تحقیق**، ش ۳۱، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۰ء، ۵۔

117– Yossef Rapoport and Shahab Ahmed, eds., *Ibn Taymiyya and His Times* (Oxford: Oxford University Press, 2010).

گفت گو کی، جس میں انھوں نے تشدد پسند عناصر کے فقہی استدلالات پر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے نقد کا جائزہ پیش کیا۔ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے راولپنڈی اور اسلام آباد کے علمائے کرام اور اہلِ علم حضرات کے ساتھ ایک اجتماعی ملاقات کا اہتمام کیا، جس میں مختلف فقہی مسائل کے متعلق علمی مذاکرہ کیا گیا۔ اس علمی مباحثے میں راولپنڈی و اسلام آباد کے تقریباً ۱۳ علمائے کرام نے شرکت کی۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہان شعبہ جات ڈاکٹر محمد اکرم، شعبہ معاصر اسلامی فکر، ڈاکٹر عصمت اللہ، شعبہ قانون وفقہ، ڈاکٹر قیصر شہزاد، شعبہ کلاسیکی اسلامی فکر اور ڈاکٹر سہیل حسن، شعبہ حدیث و سنت نے بالترتیب ۲۷ مئی اور ۳، ۸ اور ۱۰ جون ۲۰۱۱ء کو اپنے اپنے شعبوں کے اہداف و مقاصد اور مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں پریزینٹیشنز دیں۔ ۱۳ جون ۲۰۱۱ء کو پروفیسر ڈاکٹر فتح محمد ملک، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد، صدر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری اور دیگر رفقاے ادارہ کے ساتھ ایک اجتماعی ملاقات کی، جس میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی مختلف علمی سرگرمیوں کے بارے میں ریکٹر اور صدر جامعہ کو آگاہ کیا گیا۔

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے تعلیم کے شعبے میں ایک انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے ملک بھر میں آئی آئی یو آئی اسکولز کے نام سے پرائیویٹ اسکولز کھولنے کا فیصلہ کیا۔ ان اسکولوں کی تمام انتظامی اور تعلیمی معاملات کی نگرانی کی ذمہ داری بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ذیلی ادارے انسٹی ٹیوٹ فار پروفیشنل ڈویلپمنٹ (آئی پی ڈی) کو سونپی گئی ہے، چناں چہ ڈاکٹر سعید الحسن چشتی، ڈائریکٹر آئی پی ڈی اور جناب کاشف سہیل، کنسلٹنٹ، آئی پی ڈی نے ۱۹ جولائی ۲۰۱۱ء کو "IIUI Schools: Background, Philosophy and Vision" کے عنوان سے رفقاے ادارہ کے سامنے ایک پریزینٹیشن دی، جس میں انھوں نے IIUI Schools کے قیام کے پسِ منظر، ان کے فلسفے اور ان کے اہداف و مقاصد سے رفقاے ادارہ کو آگاہ کیا۔ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کی طرح ان اسکولوں کا نصب العین بھی اسلامی تعلیمات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے سماجی، طبیعی، اطلاقی اور ابلاغی علوم کے شعبوں میں تعلیم، تربیت اور تحقیق کی حوصلہ افزائی اور فروغ کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔[۱۱۸]

118– www-iiu.edu.pk/wp-content/uploads/images/events/courses/ipd/schools /admission_brochure_inner.jpg.

ڈاکٹر محمد اکرم، سربراہ شعبہ معاصر اسلامی فکر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۳اکتوبر۲۰۱۱ء کو "Managing References and Citations: An Introduction to Endnote Software Program" کے موضوع پر ادارے میں ایک پریزینٹیشن دی، جس میں فاضل محقق نے اینڈ نوٹ سافٹ ویئر کی حوالہ جات کی ترتیب کے سلسلے میں افادیت اوراس کے استعمال کے طریق کار کے بارے میں مفید معلومات فراہم کیں۔ گذشتہ پریزینٹیشن کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے یکم نومبر ۲۰۱۱ء کوڈاکٹر عصمت اللہ، سربراہ شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "مکتبہ شاملہ کا تحقیق میں استعمال" پر ایک پریزینٹیشن دی، جس میں انھوں نے اسلامی مصادر ومراجع سے مطلوبہ مواد تلاش کرنے کے سلسلے میں مکتبہ شاملہ کی اہمیت اور اس کے استفادہ کے طریق کار پر روشنی ڈالی۔(۱۱۹)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۹اپریل۲۰۱۲ء کو "Panel Discussion on Domestic Violence Bill" کے عنوان سے ایک اجتماعی مذاکرے کا اہتمام کیا، جس میں فقہ و قانون کے ماہرین کی ایک جماعت کے درمیان "ڈومسیٹک وائی لینس بل" کے مختلف پہلوؤں پر بحث ومباحثہ ہوا۔(۱۲۰)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے کلیۃ اللغۃ العربیہ اور کلیۃ اصول الدین کے اشتراک سے ۲ مئی ۲۰۱۲ء کو "برصغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات" کے عنوان سے ایک اجتماعی مذاکرے کا اہتمام کیا، جس کا مقصد اسی موضوع پر ایک مجوزہ بین الاقوامی کانفرنس کے لیے فکری تیاری اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینا تھا۔ چنانچہ یہ کاوش ثمر آور ثابت ہوئی اور اس موضوع پر ۲۹ تا ۳۰اپریل ۲۰۱۳ء کو دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔(۱۲۱)

۱۷جولائی ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے پروفیسر ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی کی زیر صدارت "علماء اور تعمیر وترقی" کے عنوان سے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا، جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اہل علم اور مفکرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔(۱۲۲)

۱۶مئی ۲۰۱۳ء کوپروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور جناب عبدالکریم عثمان، لیکچرر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے بالترتیب اپنے ترکی اور مراکش کے اسفار کے تاثرات سے رفقائے ادارہ کو آگاہ کیا۔

۱۱۹– اخبار تحقیق، ش۳۶، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۱۱ء، ۷۔

120– www.iiu.edu.pk/?page_id=10265.

121– www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/panel-discussions.jpg.

122– www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/2012/july/seminar_160712 .pdf.

۱۲ستمبر۲۰۱۳ء کوڈاکٹرانعام الحق غازی، اسسٹنٹ پروفیسر کلیۃ اللغۃ العربیہ، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد نے "Learning Modern Standard Arabic: A Technology-Based Method" کے عنوان سے ایک پریزینٹیشن دی، جس میں انھوں نے نئے طریقے سے جدید معیاری عربی سکھانے سے متعلق ایک کتاب کا تعارف پیش کیا، جو پرنٹ اور آن لائن دونوں شکلوں میں دستیاب ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ جدید معیاری عربی زبان کے علاوہ عربی زبان کے درج ذیل چار کثیر الاستعمال لہجات کی تعلیم بھی دیتی ہے: (الف) عراقی، خلیجی، سعودی، (ب) شامی، لبنانی، فلسطینی، (ج) مصری (د) مراکشی۔ نیز اس کتاب میں زبان کی چاروں مہارتوں یعنی لکھنے، پڑھنے، سننے اور بولنے پر توجہ دی گئی ہے اور مثالوں اور مشقوں کے ذریعے قواعد کو سمجھانے اور زبان میں پختگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کے محتویات کی فہرست اور منتخب صفحات پی ڈی ایف کی صورت میں متعلقہ ویب سائیٹ پر دستیاب ہیں۔ [۱۲۳]

۲۰۱۴ء کے آغاز میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے اساتذہ اور محققین کے ایک وفد نے امریکہ کے تعلیمی و تحقیقی اداروں کا مطالعاتی دورہ کیا، چناں چہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۷فروری۲۰۱۴ء کو "امریکا کے تعلیمی اداروں کا مطالعاتی دورہ: تاثرات ومشاہدات" کے عنوان سے ایک مذاکرے کا اہتمام کیا جس میں اس مطالعاتی دورہ میں شریک حضرات میں سے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے ڈاکٹر جنید احمد ہاشمی، اسسٹنٹ پروفیسر کلیۃ اصول الدین، ڈاکٹر مبشر حسین، اسسٹنٹ پروفیسر، آئی آر آئی، جناب عبدالفرید بروہی، اسسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی اور جناب علی طارق، کنسلٹنٹ / ایڈیٹر، آئی آر ڈی نے اپنے تاثرات ومشاہدات سے رفقائے ادارہ کو آگاہ کیا۔

۲۵اپریل ۲۰۱۴ء کو جامعہ اسلامیہ بنوریہ کے استاذالحدیث مولانا عبدالحلیم چشتی نے "علم حدیث کی ضرورت واہمیت" کے موضوع پر رفقائے ادارہ کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔ جب کہ ۲۹اپریل۲۰۱۴ء کوڈربن یونی ورسٹی، ساؤتھ افریقہ کے شعبہ اسلامیات کے سابق ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے "قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات اور سورۃ العصر" کے موضوع پر گفت گو کی۔ اپنے اس لیکچر میں فاضل مقرر نے سورۃ العصر کی روشنی میں قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات کی وضاحت کی۔

ساؤتھ افریقن نیشنل حلال اتھارٹی (SANHA) حلال فوڈ سرٹیفکیشن کا ایک معروف بین الاقوامی ادارہ ہے۔ جون ۲۰۱۴ء کو سنہا (SANHA)، لاہور آفس کے جنرل مینجر، مولانا محمد احسن ظفر نے "Critical

123– http://modern-standard-arabic.net/en/textbook/.

"Ingredients in the Food Industry" کے موضوع پر رفقاے ادارہ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فاضل مقرر نے اشیاے خوردونوش سے متعلق ای نمبروں کی وضاحت کی اور بتایا کہ سنہا حلال فوڈ سرٹیفیکیٹ کیسے جاری کرتی ہے اور اپنی کلائینٹ کمپنیوں کی کس طرح نگرانی کرتی ہے۔

۱۲/جون ۲۰۱۴ء کو کمپیوٹر انجینئر اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے طالب علم حق نواز نے "Qur'an Computational Techniques for Research and Academia" کے موضوع پر ایک پریزینٹیشن دی، جس میں انھوں نے اپنے تیار کردہ ایک سافٹ ویئر کی مدد سے علوم اسلامیہ کے بنیادی مآخذ سے مطلوبہ مواد تلاش کرنے کے طریق کار کی وضاحت کی۔

۲۱ اگست ۲۰۱۴ء کو جناب ارشد اقبال ملک، صدر الفلاح منزل ٹرسٹ، اسلام آباد نے "قرآن فہمی بذریعہ ٹی پی آئی (ٹوٹل فیزیکل انٹر یکشن): ایک تعارف" کے عنوان سے ادارے میں ایک پریزینٹیشن دی۔ "قرآن فہمی بذریعہ ٹی پی آئی" اشاروں اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے قرآن کریم کے مطالب ومفاہیم سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کرنے کا ایک آسان، دلچسپ اور منفرد انداز ہے۔

۱۱ فروری ۲۰۱۵ء کو ڈاکٹر محمد ساجد مرزا، پرنسپل لائبریرین، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "علمی تحقیق میں انٹرنیٹ کا استعمال: ضرورت واہمیت اور طریق کار" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ فاضل محقق نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج پوری دنیا کے اہلِ علم اور محققین، کتب خانوں اور ناشرین کے کیٹ لاگز کو استعمال کرنے، آن لائن تحقیقی مجلّات، کتابوں، تحقیقی مقالات تک رسائی حاصل کرنے، تحقیقی مقالات، تحقیقی مجلّات کو ارسال کرنے اور فیلوشپس اور گرانٹس حاصل کرنے کے لیے انٹرنیٹ کا وسیع پیمانے پر استعمال کر رہے ہیں۔ بیسک اور فریز سرچ phrase search کے طریق کار کی وضاحت کے بعد فاضل مقرر نے سرچ انجنز پر متعلقہ مواد کو حاصل کرنے کے لیے ایڈوانسڈ سرچ ٹیکنیز پر روشنی ڈالی اور عملی مثالوں کی مدد سے ان کی مزید وضاحت بھی کی۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی علمی سرگرمیوں کو درج ذیل چار انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (الف) کانفرنسیں اور سیمی نارز (ب) تربیتی ورکشاپس (ج) علمی محاضرات (د) پریزینٹیشنز، مباحثے اور مذاکرے۔

انیس عدد قومی اور بین الاقوامی سطح کی کانفرنسیں اور سیمی نارز قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اسلامی، اسلام اور سائنس، اسلامی معاشیات و بینک کاری اور مسلم شخصیات کی خدمات سے لے کر پاکستانی ادب، مذہبی تعلیم، ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرے اور اداروں جیسے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان موضوعات میں سے آخر الذکر موضوع پر پانچ کانفرنسیں اور سیمی نارز منعقد ہوئے، جو اس اعتبار سے اہم ہیں کہ پاکستانی معاشرے اور ریاستی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعمیر و تشکیل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اساسی اہداف میں شامل ہے۔ نیز گذشتہ چند سالوں میں پاکستانی معاشرے میں مختلف طبقات کے درمیان فکری بُعد کے پیدا ہونے اور انتہا پسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کے فروغ کی وجہ سے وطن عزیز کے معروضی حالات بھی اس بات کے متقاضی تھے کہ اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر کو اجاگر کرکے معاشرے میں امن، رواداری اور اعتدال پسندی کے رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی تقریباً نصف کانفرنسوں اور سیمی نارز کے مقالات کسی بھی صورت میں شائع نہیں ہو سکے۔ یہ ایک اصلاح طلب پہلو ہے، کیوں کہ علمی محفلوں کے معاشرے پر دُوررس اور دیرپا اثرات پڑنے کے لیے ان میں پیش کردہ مقالات کا تحریری شکل میں شائع ہو کر اہلِ علم اور عوام تک پہنچنا ضروری ہے۔ نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ادارے کی کانفرنسوں اور سیمی نارز کے مقالات ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزر کر جلد شائع ہو جائیں۔

اگرچہ اکیسویں صدی کے پہلے سترہ سالوں کے دوران ادارہ تحقیقات اسلامی میں اوسطاً سال میں ایک کانفرنس یا سیمی نار منعقد ہوتا رہا، لیکن بعض سال ایسے بھی گزرے ہیں جن میں ادارے نے کوئی قومی یا بین الاقوامی کانفرنس یا سیمی نار منعقد نہیں کرایا۔ خاص طور پر ۲۰۰۵ اور ۲۰۰۹ کے درمیانی عرصے میں مسلسل تین سال تک ادارے میں ایسی کسی سرگرمی کا سراغ نہیں ملتا۔ لہٰذا تجویز دی جاتی ہے کہ بہترین منصوبہ سازی کے ذریعے ادارے میں کانفرنسوں اور سیمی نارز کے انعقاد کا ایک ایسا مربوط نظام وضع کیا جائے کہ ادارے میں سال میں کم از کم ایک قومی یا بین الاقوامی سطح کی کانفرنس یا سیمی نار ضرور منعقد ہو جائے۔ یہ بات قابل ستائش ہے کہ ادارے نے گذشتہ سالوں میں نہ صرف اکیلے متعدد کانفرنسوں کا انعقاد کیا بلکہ کئی ایک کانفرنسیں اور سیمی نارز دیگر ملکی و غیر ملکی اداروں کے تعاون و اشتراک سے بھی منعقد کیے۔ یہ حقیقت ادارے کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر اچھی شہرت اور دوسرے اداروں کے ساتھ اس کے علمی روابط کی غماز ہے۔

اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے علمی محاضرات کی تعداد اسی کے قریب ہے، جو اپنے اندر موضوعات کا وسیع تنوع لیے ہوئے ہیں، تاہم جس موضوع پر سب سے زیادہ محاضرات پیش کیے

گئے وہ فقہ اسلامی ہے، جس کے محاضرات کی تعداد دس ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فقہ و قانون کا شعبہ افرادی وسائل کے لحاظ سے ادارے کے دوسرے شعبوں کی بہ نسبت ہمیشہ زیادہ باثروت رہا ہے، نیز اس دوران ادارے کی سربراہی بھی اکثر و بیشتر ایسے اہل علم کے پاس رہی ہے، جن کا اپنا اختصاصی مضمون اسلامی قانون تھا۔ محاضرات کی اوسط تعداد سالانہ چار سے پانچ ہے۔ نیز اگر اس دوران ادارے میں ہونے والی پریزینٹیشنز، مباحثوں اور مذاکروں کو بھی اس تعداد میں شامل کر لیا جائے تب بھی اوسط تعداد تقریباً چھ بنتی ہے، جو کہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ ادارے کی اس سرگرمی کو بہتر اور منظم کرنے اور علمی محاضرات کی تعداد میں رفقاے ادارہ کے علمی اشتراک کے تناسب کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

۞۞۞۞۞